تذکرہ نافعہ در عقائد واعمال

احمد بن حنبل

از

ابو شہریار

۲۰۱۹،۲۰۲۱،۲۰۲۲۲۰۲۰

www.islamic-belief.net

فہرست

امام احمد کا فقہی منہج 5

امام احمد کے چند منفرد عقائد 7

مردے میں قبر میں روح کا واپس آنا 8

فرشتوں کو بیابان میں پکارنا 21

تعویذ و تمیمہ کرنا 23

عرش عظیم پر رسول اللہ (ص) کا بٹھایا جانا 27

احمد اور وسیلہ کا اثبات 30

انبیاء زائر کو پہچانتے ہیں 34

نتائج 36

چند منطقی اعتراضات 37

تذکرہ کتاب الصلاہ 41

تذکرہ کتاب الرد علی الجہمیۃ 47

امام الشافعی کا امام احمد کی قمیص کا دھون پینا 48

امام یحیٰی ابن معین کا امام احمد پر لعنت کرنا 51

مسئلہ خلق القرآن پر بخاری و احمد کا اختلاف 52

بندوں کی تلاوت مخلوق ہے 53

عربی زبان مخلوق ہے 53

تبرکات کے حوالے سے امام احمد کا غلو 61

صحیح بخاری اور امام احمد سے رو گردانی 65

پہلا حوالہ 66

دوسرا حوالہ 66

تیسرا حوالہ 67

چوتھا حوالہ 67

صحیح البخاری کو امام احمد نے چیک کیا؟ 71

امام بخاری نے احمد کو رحمہ اللہ لکھا؟ 82

امام علی المدینی کے احمد پر اقوال 88

مناقب امام احمد 90

پیش لفظ

اِبو عبداللہ اِحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذہلی المتوفی ۲۴۱ھ فقیہ و محدِّث ہیں - آپ کا شمار اہل سنت کے فقہ کے ائمہ اربعہ میں ہوتا ہے اور یہ فقہ حنبلی کے مؤسس تھے -امام احمد کے اساتذہ میں امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ علیہ ، یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ علیہ ، عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں - شاگردوں میں امام ابوداود ، عبداللہ بن احمد ، صالح بن احمد ، حنبل بن اسحاق، مھنا بن یحییٰ، المیمونی وغیرہ مشہور ہیں - امام بخاری رحمہ اللہ اور امام احمد کا آپس میں مسئلہ خلق القرآن پر اختلاف تھا اور اس بنا پر امام بخاری نے صرف کچھ روایات سندا امام احمد سے لی ہیں - اس کتاب میں امام احمد کے مخصوص و منفرد عقائد اور کتب اور باقی محدثین کے ساتھ ان کے روابط پر مختصرا بات کی گئی ہے

ابو شہریار

۲۰۱۹

امام احمد کا فقہی منہج

ابن خلفوں کتاب المعلم بشيوخ البخاري ومسلم میں ذکر کرتے ہیں کہ قدم جده حنبل بن هلال مع المسودة ودخل معهم مصر امام احمد کے دادا حنبل المسودہ یعنی کالیوں کے اس لشکر کے ساتھ تھے جو مصر میں داخل ہوا۔ المسودہ سے مراد وہ خراسانی لشکر ہے جو خلافت بنوامیہ کو تاراج کرنے خراسان سے آیا تھا۔ اس کے بعد حنبل مرو منتقل ہوئے اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ احمد اپنی ماں کے پیٹ میں تھے جب مرو سے عراق پہنچے۔ امام احمد نے بغداد میں جمع بہت سے محدثین سے اکتساب علم کیا اور سن ۲۰۰ ہجری تک وہ ایک مشہور و معروف محدث تھے۔ امام احمد سے قبل محدثین ان روایات کو چھوڑ رہے تھے جن کی وہ تاویل نہیں کر پا رہے تھے – مثلا امام مالک نے مسئلہ صفات سے متعلق متعدد روایات کو رد کیا۔ امام ابو حنیفہ فقہ تک میں صرف حدیث مشہور لینے کا حکم کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے نزدیک بعض اصحاب رسول کی حدیث تک کو چھوڑ نا اتقان میں سے تھا۔ امام الشافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک رائے کی بھی دین میں اہمیت ہے۔ اس کے بر عکس امام احمد کے بیٹوں نے خبر دی کہ امام احمد کا قول ہے کہ ہم ضعیف روایت کو رائے پر ترجیح دیں گے –

بعض محدثین عمل میں ضعیف حدیث کو لینے کے قائل تھے اور اسی طرح رائے کے مقابلہ میں حدیث ضعیف کو ترجیح دیتے تھے۔ امام بخاری کا شروع میں یہی منہج تھا جیساکہ کتاب ادب المفرد اور کتاب الفاتحہ خلف الامام سے ہوتا ہے لیکن صحیح میں انہوں نے اس کو چھوڑ دیا

عبد اللہ بن احمد اپنے باپ احمد سے کتاب السنہ میں نقل کرتے ہیں

سَأَلْتُ أَبِي رَحِمَهُ الله عَنِ الرَّجُلِ، يُرِيدُ أَنْ يَسْأَلَ، عَنِ الشَّيْءِ، مِنْ أَمْرِ دِينِهِ مَا يُبْتَلَى بِهِ مِنَ الْأَيْمَانِ فِي الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ فِي حَضْرَةِ قَوْمٍ مِنْ أَصْحَابِ الرَّأْيِ وَمِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ لَا يَحْفَظُونَ وَلَا يَعْرِفُونَ الْحَدِيثَ الضَّعِيفَ الْإِسْنَادِ وَالْقَوِيَّ الْإِسْنَادِ فَلِمَنْ يَسْأَلُ، أَصْحَابَ الرَّأْيِ قَالَ: يَسْأَلُ أَصْحَابَ الْحَدِيثِ وَلَا يَسْأَلُ أَوْ أَصْحَابَ الْحَدِيثِ عَلَى مَا كَانَ مِنْ قِلَّةَ مَعْرِفَتِهِمْ؟ أَصْحَابَ الرَّأْيِ، الضَّعِيفُ الْحَدِيثِ خَيْرٌ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ

میں نے اپنے باپ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو دین کے کسی کام پر جس سے ایمان برباد نہ ہو جسے طلاق یا دیگر پر اصحاب رائے کے پاس جائے یا ان اصحاب حدیث کے پاس جائے جو حدیث کو صحیح طرح یاد نہیں رکھتے اور قوی الاسناد کو ضعیف الاسناد سے جدا نہیں کر پاتے تو ان دونوں میں سے کس سے سوال کرے اصحاب رائے سے یا قلّت معرفت والے اصحاب حدیث سے امام احمد نے کہا اصحاب حدیث سے سوال کرے اور اصحاب رائے سے نہیں ایک ضعیف حدیث ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر ہے

امام احمد کے چند منفرد عقائد

کتاب صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للالبانی ص 26 حاشیہ 3 ط المکتب الاسلامی 1403ھ،
اور العجلونی کی کشف الخفاء 1961 میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

ہم میں سے ہر ایک رد کر سکتا ہے اور اس کا رد بھی کیا جا سکتا ہے، سوائے اس قبر والے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے

امام احمد کے مشہور و معروف عقائد جو حنابلہ میں معروف ہیں ان میں سے ہیں

اول: مردے میں روح کا آنا

دوم: روز محشر عرش عظیم پر رسول اللہ کو بٹھایا جانا

سوم بیابان میں فرشتوں کو غیبی مدد کے لئے پکارنا

چہارم: تعویذ لکھنا اور حاملہ عورتوں پر بندھوانا

پنجم: وسیلہ کرنا

اب ہم امام احمد کے عقائد پر نگاہ ڈالتے ہیں

مردے میں قبر میں روح کا واپس آنا

قرآن سورۃالزمر 42 آیت ۳۹ میں موجود ہے کہ مرنے والے کی روح کو روک لیا جاتا ہے اس کو جسم میں نہیں ڈالا جاتا

اللہ جانوں کو پکڑتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے

اس کے برخلاف امام احمد نے مسدد ابن المسرھد کو خط لکھ کر صحیح عقیدہ بتایا کہ ارواح کو جسموں میں سوال وجواب کے لئے لوٹایا جاتا ہے-

وَالْاِيْمَانُ بِالْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ، وَالْاِيْمَانُ بِمُنْكَرٍ وَّ نَكِيْرٍ وَّ عَذَابِ الْقَبْرِ بِمَلَكِ الْمَوْتِ، يَقْبِضُ الْاَرْوَاحِ ثُمَّ تُرَدُّ فِي الْاَجْسَادِ فِي الْقُبُوْرِ فَيُسْاَلُوْنَ عَنِ الْاِيْمَانِ وَالتَّوْحِيْدِ
(كتاب الصلوة صفحه ۲۵ طبع قاهرة وطبقات الحنابلة في ترجمة مسددبن مسرهد)

حوض کوثر، شفاعت، منکرنکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

یہ عقیدہ امام احمد کا مشہور ہے اور امام ابن تیمیہ اس کے ناقل ہیں –امام احمد کی طرف اس عقیدے کی نسبت کو جب عثمانی صاحب نے پیش کیا تو وہ لوگ جو خود اس کے قائل کہ یہ عقیدہ صحیح ہے انہوں نے دعوی کیا کہ امام احمد سے یہ عقیدہ ثابت نہیں ہے کہ یہ خط ثابت نہیں ہے- گویا یہ صحیح عقیدہ ہے لیکن امام احمد سے ثابت نہیں ہے –اس عجیب وغریب موقف کو اس لئے گھڑا گیا کہ بے جا حق کی مخالفت کی جائے

ابو جابر دامانوی نے دین الخالص میں لکھا

ایک خط طبقات حنابلہ سے نقل کیا گیاہے جس میں اعادہ رُوح والی بات موجود ہے مگر اس خط کی سند دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط فرضی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں اوپر تلے کئی راوی مجہول ہیں اور روایت کے مرکزی راوی احمد بن محمد التیمی کو امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا امام ابن تیمیہؒ جو اپنی تصانیف میں اکثر و بیشتر امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں وہ بھی شرح حدیث نزول ص۶۴ اور مجموع الفتاوی ج ۵ ص۳۹۸، ۳۸۱ میں اس خط کی سند کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں ۔ اور محدث عبدالرحمن بن مندہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ احمد بن محمد التیمی مجہول لا یعرف تھا اور ظاہر بات ہے کہ مجہولین کی بات کا کب اعتبار کیا جاتا ہے؟

ابو جابر دامانوی کی اس تحریر پر بات کرنے سے پہلے قارئین کے لئے اس بحث کا پس منظر جاننا ضروری ہے تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ ابن مندہ اور ابن تیمیہ کا کلام کس بات پر ہو رہا ہے- ایک مشہور حدیث ہے

ينزل ربنا عزوجل كل ليلة الى سماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول:من يدعونى فاستجيب له من يسألنى فأعطيه، من يستغفرنى فأغفر له.

ہمارا رب ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے یہاں تک کہ آخری تہائی رات رہتی ہے اور کہتا ہے کون ہے جو دعا کرے میں جواب دوں کون ہے جو سوال کرے میں عطا کروں کون ہے جو معافی مانگے اور میں بخش دوں

اس حدیث کی شرح میں حنبلیوں کا اختلاف ہوا- ایک گروہ کا قول تھا کہ جب اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول کرتے ہیں تو یہ حقیقی ہوتا ہے اور اس میں عرش عظیم خالی ہو جاتا ہے جس میں ابن مندہ کا شمار ہوتا ہے- دوسرے حنبلی گروہ کا کہنا تھا کہ جب اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول کرتے ہیں تو یہ نزول حقیقی ہوتا ہے اور اس میں عرش عظیم خالی نہیں ہوتا- ابن تیمیہ نے اس قول کو قبول کیا کہ عرش خالی نہیں ہوتا- آج اہل حدیث اور وہابی اسی قول کو لیتے ہیں کہ جب اللہ تعالی آسمان دنیا پر

نزول کرتے ہیں تو یہ نزول حقیقی ہوتا ہے اور اس میں عرش عظیم خالی نہیں ہوتا- یہ لوگ اس کو امام احمد کا عقیدہ بتاتے ہیں اور اس کی دلیل احمد کا مسدد کے نام خط ہے- اگر خط کو رد کر دو تو اہل حدیث کو ماننا پڑے گا کہ امام احمد کا عقیدہ تھا نزول پر اللہ تعالی کا عرش خالی ہوتا ہے- وہابی اس بات کو سمجھتے ہیں لہذا وہ مسدد کے نام احمد کے خط کو ہر صورت قبول کرتے ہیں –

القاضي أبو يعلى، إبطال التأويلات (261/1) میں کہتے ہیں :

وقد قال أحمد في رسالته إلى مسدد: إن الله عز وجل ينزل في كل ليلة إلى السماء الدنيا ولا يخلو من العرش. فقد صرح أحمد بالقول إن العرش لا يخلو منه

احمد نے مسدد کو رسالہ میں لکھا : بے شک اللہ ہر رات آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور اس کا عرش خالی نہیں ہوتا– پس امام احمد نے صراحت کی اس قول سے کہ عرش . اللہ تعالی سے خالی نہیں ہوتا

امام الذھبی نے اس پر کتاب العرش لکھی- اس کے محقق محمد بن خليفة بن علي التميمي نے لکھا ہے

هل يخلو العرش منه حال نزوله لأهل السنة في المسألة ثلاثة أقوال: القول الأول: ينزل ويخلو منه العرش . وهو قول طائفة من أهل الحديث . القول الثاني: ينزل ولا يخلو منه العرش3. وهو قول جمهور أهل الحديث4 ومنهم الإمام أحمد، وإسحاق بن راهويه، وحماد بن زيد، وعثمان ابن سعيد الدارمي وغيرهم . القول الثالث: نثبت نزولاً، ولا نعقل معناه هل هو بزوال أو بغير زوال.

وهذا قول ابن بطة والحافظ عبد الغني المقدسي وغيرهما

نزول پر عرش خالی ہونے پر اہل سنت کے تین قول ہیں

پہلا قول ہے یہ خالی ہو جاتا ہے یہ اہل حدیث کے ایک گروہ کا قول ہے

دوسرا ہے نہیں ہوتا یہ جمہور اہل حدیث ہیں جن میں احمد اسحاق حماد اور عثمان دارمی ہیں

تیسرا قول ہے نزول کا اثبات ہے لیکن یہ زوال ہے یا نہیں اس کا تعقل نہیں یہ ابن بطہ اور المقدسی اور دوسروں کا قول ہے

حدیث نزول کا مطلب غیر مقلدین اور وہابییوں کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات کے ساتھ مقام عرش سے نیچے آ جاتے ہیں اور یہ ہر رات کو ہوتا ہے- یہ ان کے نزدیک متشابھات میں سے نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اللہ تعالی سے متعلق قرآن وحدیث میں جو بھی آئے گا اس کی تاویل ممنوع ہے- راقم اس حدیث کی تاویل کرتا ہے-

المقدسی کی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھا ہے کہ امام إسحاق بن راهويه نے کہا

ومن قال يخلو العرش عند النزول أو لا يخلو فقد أتى بقول مبتدع ورأى مخترع

جس نے کہا عرش خالی ہو گیا یا کہا نہیں ہوا وہ بدعتی کی اور اختراع کرنے والے کی رائے پر آیا

ان اقوال سے واضح ہوا کہ ابن مندہ کا مقصد خط کو رد کرنا ہے کیونکہ اس میں احمد کا عقیدہ یہ لکھا ہے کہ عرش خالی نہیں ہوتا اور ابن مندہ اس کا قائل ہے کہ عرش خالی ہو جاتا ہے—ابن تیمیہ کا مقصد خط کو ثابت کرنا ہے کیونکہ ان کا مقصد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ عرش خالی نہیں ہوتا-

اہل حدیث تضاد سے بھرپور ہیں ایک طرف تو یہ ابن تیمیہ کی کتاب شرح حدیث نزول کو نقل کرتے رہتے ہیں کہ نزول حقیقی ہے لیکن دوسری طرف ابن مندہ کے قول کو درست کہتے ہیں کہ مسدد کے نام خط ثابت نہیں-

بر صغیر میں عوام کو ان بحثوں کا علم نہیں لہذا وہ ان جھانسوں میں آ جاتے ہیں- اہل حدیث جھانسہ دیتے ہیں کہ ابن مندہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ کا عرش خالی ہو جاتا ہے- راقم کہتا ہے أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن مَنْدَه العبدي (المتوفى: 395هـ) عرش خالی ہونے کا عقیدہ اپنی کتاب الرد علی الجہمیۃ میں ایک روایت سے پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سَهْلٍ الدَّبَّاسُ، بِمَكَّةَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْخِرَقِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا مَحْفُوظٌ، عَنْ أَبِي تَوْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ يَنْزِلُ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، وَلَهُ فِي كُلِّ سَمَاءٍ كُرْسِيٌّ، فَإِذَا نَزَلَ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا جَلَسَ عَلَى كُرْسِيِّهِ، ثُمَّ مَدَّ سَاعِدَيْهِ» ، فَيَقُولُ: «مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ غَيْرَ عَادِمٍ وَلَا ظَلُومٍ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَتُوبُ

فَأَتُوبَ عَلَيْهِ» . فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ ارْتَفَعَ فَجَلَسَ عَلَى كُرْسِيِّهِ هَكَذَا [ص:43] رَوَاهُ الْخِرَقِيُّ، عَنْ مَحْفُوظٍ، عَنْ أَبِي تَوْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَلَهُ أَصْلٌ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ مُرْسَلٌ

ابن مسیب نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول کرتے ہیں اور ان کے لئے ہر آسمان پر کرسی ہے یہاں تک کہ جب آسمان دنیا پر اتے ہیں اپنی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں... اس کو الخرقی نے محفوظ سے ... روایت کیا ہے اور اس کا اصل ہے یہ سعید بن المسیب سے مرسل ہے

آپ نے دیکھا روایت کا اصل ہے؟ ابن مندہ نے روایت کا رد نہیں کیا اور اللہ تعالی کو کرسی پر بٹھا دیا ہے کیونکہ عرش تو ایک ہی ہے۔ کرسی ہر آسمان پر ہے اب اگر اللہ تعالی کرسی پر بیٹھا تو یقینا عرش خالی ہو گیا۔ راقم کے نزدیک یہ وہ قول ہے جس کی بنا پر محدث ابن مندہ پر لوگوں نے جرح کی ہے اور یہ بات کہ ابن مندہ نزول پر عرش خالی ہونے کا قائل ہے حنابلہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جن میں ابن تیمیہ بھی ہیں۔

ابن تیمیہ نے ابن مندہ کا دعوی نقل کیا کہ ابن مندہ پروپیگنڈا کرتا تھا کہ امام احمد بھی عرش خالی ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ ابن مندہ اپنے موقف کا پرچار کرتے کہ امام احمد نے مسدد کے نام جو خط لکھا تھا اس کی سند میں مجہول ہے جس کی بنا پر امام احمد کا یہ عقیدہ ثابت نہیں کہ وہ اس کے قائل ہوں گے کہ عرش خالی نہیں ہوتا۔ جوابا کتاب شرح حدیث نزول میں ابن تیمیہ نے لکھا کہ ابن مندہ نے یہ شوشہ اس لئے چھوڑا ہے کیونکہ وہ اس کا قائل ہے کہ اللہ کا عرش خالی ہو جاتا ہے جب اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے—ابن تیمیہ نے ابن مندہ کا رد کیا اور اس مسدد کے نام خط کو قبول کیا۔ فتوی میں ابن تیمیہ نے لکھا

وقد صنف أبو القاسم عبدالرحمن بن مندة فى ذلك مصنفا وزيف قول من قال ينزل ولا يخلو منه العرش وضعف ما قيل فى ذلك عن أحمد بن حنبل فى رسالته الى مسدد وطعن فى هذه الرسالة وقال انها مكذوبة على أحمد وتكلم على راويها البردعى أحمد بن محمد وقال انه مجهول لا يعرف فى أصحاب أحمد

یہ تمام بات دامانوی صاحب نے سمجھنے میں غلطی کی۔

غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے نزدیک سلف کے خطوط ایک خبر کی طرح ہیں اور اس حوالے سے خود ان کے اصول کے مطابق یہ علم کی ایک قسم ہے۔ علم کی قسموں پر بات کرتے ہوئے ابن تیمیہ فتوی میں کہتے ہیں اول علم وہ ہے

والاستدلال يوجب العلم من أربعة أوجه: أحدها: أن تتلقاه الأمة بالقبول، فيدل ذلك على أنه حق، لأن الأمة لا تجتمع على الخطأ ولأن قبول الأمة له يدل على أن الحجة قد قامت عندهم بصحته، لأن العادة أن خبر الواحد الذي لم تقم الحجة به لا تجتمع الأمة على قبوله، وإنما يقبله قوم ويرده قوم.

جس کو امت نے درجہ قبولیت دیا ہو تو یہ دلیل ہے، پس یہ حق ہے کہ امت غلطی پر مجتمع نہیں ہوئی اور امت کا اس کو قبول کرنا دلالت کرتا ہے کہ اس کی صحت قائم ہے کیونکہ یہ عادت میں ہے کہ خبر واحد اگر قابل حجت نہ ہو تو اس پر امت جمع نہ ہو گی

ابن تیمیہ مزید کہتے ہیں

مذهب أصحابنا أن أخبار الآحاد المتلقاة بالقبول تصلح لإثبات أصول الديانات.

ہمارے اصحاب کا مذہب ہے کہ خبر واحد جو درجہ قبولیت پر ہو تو اس سے دین کے اصول لینا صحیح ہے

خط کے تناظر میں ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ امام احمد کا رسالہ جو مسدد کو لکھا گیا تھا اس کو امت نے تلقھا بالقبول کا درجہ دیا ہے اور ابن مندہ کا عقیدہ باطل ہے جس نے شوشہ چھوڑا کہ اس رسالہ کی سند میں مجہول ہے

کتاب حدیث شرح النزول میں لکھتے ہیں

وأما رسالة أحمد بن حنبل إلى مُسَدَّد بن مسرهد، فهي مشهورة عند أهل الحديث والسنة من أصحاب أحمد وغيرهم، تلقوها بالقبول، وقد ذكرها أبو عبد الله بن بطة في كتاب [الإبانة] ، واعتمد عليها غير واحد كالقاضي أبي يعلى وكتبها بخطه.

اور جہاں تک امام احمد کا خط ہے مسدد کی طرف تو یہ اہل سنت و حدیث میں مشہور ہے، امام احمد کے اصحاب میں اس کو درجہ قبولیت حاصل ہے اور اس کا ذکر ابن بطہ نے کتاب ابانہ میں کیا ہے اور اس پر قاضی ابو یعلی اور ایک سے زائد کا اعتماد ہے

ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے بھی اس خط کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے یعنی ان دونوں نے اس خط کے مندرجات کو رد نہیں کیا-ابن مفلح نے بھی اس خط کا ذکر کیا ہے جو ابن تیمیہ کے بعد آئے

مسعود الدین عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اسی بات کو دلیل بنایا کہ اگر یہ خط (أبو بكر أحمد بن محمد التميمي البردعي الزرندي) مجہول کی سند سے ہے تو اس کا انکار کرو کہ احمد کا عقیدہ عود روح کا تھا—راقم کہتا ہے ان کو اس کا انکار بھی کرنا چاہیے کہ اللہ کا عرش خالی نہیں ہوتا جبکہ حدیث نزول کو حقیقی نزول کہتے ہیں—عثمانی صاحب نے ایک استفسار کے جواب میں کہا[1]

---

[1] ماہنامہ حضرو شمارہ ۹۹ ص ۱۰ پر مضمون توضیح الاحکام میں غیر مقلد زبیر علی زئی نے بسم اللہ کے حوالہ سے ایک مضمون میں بتایا کہ اہل حدیث بدیع الدین راشدی نے تفسیر میں اس روایت پر جرح کی ہے جس میں ہے کہ

محدّث دیار سندھ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''بدیع التفاسیر جلد اوّل صفحہ ۱۳۴'' (جسکی فوٹو کاپی بھی ساتھ منسلک ہے) میں لکھا ہے کہ ''صحیح مسلم کی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ سب (نماز کو) الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

(صحیح مُسلم مع النووی ج۱ص۱۷۲)

اس کے بعد زبیر نے اس روایت پر مخالفین کا اعتراض نقل کیا کہ اس کی سند میں کاتب مجہول ہے

اس کی سند اوزاعی عن قتادہ انہ کتب الیہ تخبرہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے یعنی اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ روایت قتادہ نے مجھے انس رضی اللہ عنہ سے لکھ کر بھیجی ہے/ اور قتادہ مادرزاد اندھے ہیں۔ (تہذیب ۸/۳۵۱) یعنی یہ روایت انھوں نے خود نہیں لکھی بلکہ کسی کاتب سے لکھوائی ہوگی، وہ کاتب مجہول ہے اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''النکت ص۲۹۴'' قلمی

اس پر اعتراض یہ کیا گیا تھا کہ امام اوزاعی نے قتادہ سے روایت کیا کہ جس کو (قتادہ نے کسی سے) لکھوایا ہے جس نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے خبر دی - اس اعتراض کا جواب زبیر علی زئی نے یہ دیا کہ اگر خط مجہول کی تحریر بھی ہو تو اس کو قبول کیا جاتا ہے

دنیا کا عام دستور ہے کہ نابینا اشخاص اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو خطوط و تحریرات بھیجتے رہتے ہیں اور عام طور پر (صریح دلیل کی تخصیص نہ ہونے کی صورت میں، یعنی کاتب کے مجروح ثابت ہونے کی صریح دلیل کے بغیر) اس خط کتابت پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ مکاتبت کی قسم میں سے ہے اور اصولِ حدیث میں مقرر ہے کہ مکاتبت سے روایت جائز ہے۔

ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ 99 صفحہ 10)

یعنی جب تک مجہول پر جرح نہ ملے خط کی خبر کو قبول کیا جاتا ہے - جب خط میں لکھی گئی حدیث تک کو مجہول کی سند پر زبیر اور ان کے ہمنوا لے لیتے ہیں تو امام احمد سے متعلق خبر کو پھر یہ لوگ کیوں قبول نہیں کرتے ؟ ظاہر ہے ڈاکٹر عثمانی اپنے موقف میں صحیح تھے کہ کس بنیاد پر احمد کا مسدد کے نام خط رد کیا جائے ، جب حنابلہ اس خط کو قبول کرتے چلے آ رہے ہیں ؟

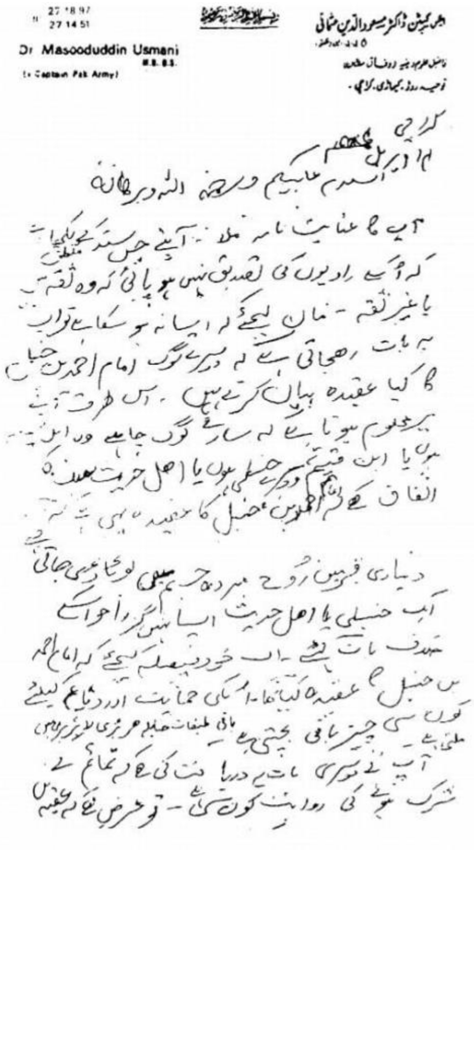

27 18 97
27 14 51

Dr Masooduddin Usmani
M.B.B.S.
(x Captain Pak Army)

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی

کراچی

۱۴ اپریل

السلام علیکم ورحمہ اللہ و برکاتہ

آپ کا عنایت نامہ ملا- آپ نے جس سند کے متعلق لکھا ہے
اسکے رویوں کی تصدیق نہیں ہو پائی کہ وہ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ-
مان لیجئے کہ ایسا نہ ہو سکا تو اب بات رہ جاتی ہے کہ دوسرے
امام احمد بن حنبل کا کیا عقیدہ بیان کرتے ہیں- اس طرف
آپنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارے لوگ چاہے وہ ابن تیمیہ
ہوں یا ابن قیم یا دوسرے حنبلی ہوں یا اہل حدیث سب کا
اتفاق ہے کہ یہی احمد بن حنبل کا عقیدہ ہے- دنیاوی قبر میں
روح مردہ جسم میں لوٹا دی جاتی ہے ایک حنبلی یا اہل حدیث
ایسا نہیں گزرا جو اسکے خلاف بات کہے

الذھبی نے کتاب سیر الاعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ احمد نے مسدد کو خط لکھا تھا

وَقَالَ أَبُو الحَسَنِ المَيْمُوْنِيُّ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ الكِتَابَ لِي إِلَى مُسَدَّدٍ، فَكَتَبَ لِي إِلَيْهِ، وَقَالَ: نِعْمَ الشَّيْخُ! عَافَاهُ اللهُ

اور اس خط کے مندرجات کا ذکر حنابلہ میں معروف ہے کہ اس میں اعادہ روح کا ذکر تھا-

طبقات حنابلہ میں قاضی ابو یعلی نے مسدد بن مسرھد کے ترجمہ میں خط کا ذکر کیا ہے جس کے مندرجات میں یہ جملہ درج ہے

والإيمان بمنكر ونكير وعذاب القبر والإيمان بملك الموت يقبض الأرواح ثم ترد في الأجساد في القبور فيسألون عن الإيمان والتوحيد

وہابی حضرات کی تحقیق میں یہ عقیدہ امام احمد کا ہے- المسائل والرسائل المروية عن الإمام أحمد بن حنبل في العقيدة جمع وتحقيق ودراية: أ. د. عبد الله بن سلمان الأحمدي الناشر: دار طيبة – الرياض الطبعة: الثانية /1416 هـ میں درج ہے

:ما أثر عن الإمام أحمد فى الإيمان بملك الموت فى رسالته لمسدد بن مسرهد قال

والإيمان بملك الموت يقبض الأرواح ثم ترد فى الأجساد فى القبور، فيسألون عن الإيمان والتوحيد

المسائل والرسائل

المروية عن الإمام أحمد بن حنبل

في العقيدة

الجزء الأول

جمع وتحقيق ودراسة

عبد الإله بن سلمان بن سالم الأحمدي

عبد الله بن سلمان نے ذکر کیا کہ اس خط کا ذکر ان لوگوں نے بھی کیا ہے

(مناقب الإمام أحمد ص : ٢١٦ . وهذه الرسالة نقلها العليمى فى المنهج الأحمد : ٨٤/١ ونعمان الألوسى فى جلاء العينين ص : ٢١٧ وابن بدران فى المدخل إلى مذهب أحمد ص : ٩ وأشار إليها فؤاد سزكين فى تاريخ التراث العربى : ٢٠٦/٢ ، وبروكلمان فى تاريخ الأدب العربى : ٣١٢/٣ .

(مجموع الفتاوى : ٣٩٦/٥ .

عصر حاضر میں رافضی یاسر الحبیب نے مسدد کے خط کو رد کیا ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سب اصحاب میں سے بہتر و خیر کہا گیا ہے - یاسر الحبیب کا موقف ہے کہ یہ خط گھڑا ہوا ہے کیونکہ اس رافضی کے جھوٹ کے مطابق قرن سوم میں اہل سنت تک علی (رض) کو ابو بکر (رض) پر فضیلت دیتے تھے - راقم کہتا ہے اہل سنت میں ابو بکر کی فضیلت پر کثیر نصوص موجود ہیں اور رافضی کا قول قابل رد ہے –

بہر الحال مزید تحقیق پر معلوم ہوا کہ ایک دوسری صحیح سند سے یہ بات خود حنبلیوں کی عقیدہ کی کتاب شرح اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعہ از الکلائی میں موجود ہے۔ ملاحظہ کریں

شرح أصول
اعتقاد أهل السنة والجماعة
من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة والتابعين ومن بعدهم
تأليف
الشيخ الإمام العلامة الحافظ أبي القاسم هبة الله
ابن الحسن بن منصور الطبري اللالكائي
المتوفى سنة ٤١٨ هـ

أبو يعقوب نشأت بن كمال المصري

المجلد الأول

مكتبة دار البصيرة

٢١٥٨ ـ أنا عبيد الله بن محمد، أنا عثمان بن أحمد قال: نا حنبل قال: سمعت أبا عبد الله ـ يعني أحمد بن حنبل ـ يقول: «إذا صير العبد إلى لحده وانصرف عنه أهله أعيد إليه روحه في جسده فيسأل حينئذ في قبره. وهو قول الله: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ [إبراهيم: ٢٧] يعني القبر، فنسأل الله أن يثبتنا على طاعته ويبارك لنا في تلك الساعة عند المساءلة، فالسعيد من أسعده الله عز وجل، قال: وسمعت أبا عبد الله يقول: نؤمن بعذاب القبر ومنكر ونكير».

(فوٹو: شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة تالیف اللالکائی جلد ا صفحه ۹۷۵)

حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ یعنی احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ جب بندہ اپنی لحد میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اہل لوٹتے ہیں تو اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، اس وقت اس سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے۔ اللہ کے فرمان: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ابراہیم ۲۷) کا یہی مطلب ہے اس آیت میں آخرت سے قبر مراد ہے۔ ہم اللہ سے اطاعت پر ثابت قدمی کی سوال کرتے ہیں سوال وجواب کے وقت کو ہمارے لیے مبارک بنائے، نیک بخت تو وہ ہے جسے اللہ نیک بختی عطا کرے۔ حنبل نے کہا: اور میں نے ابوعبداللہ کہتے سنا کہ ہم عذاب قبر اور منکر نکیر پر ایمان لاتے ہیں۔

اس خبر کو بیان کرنے والے امام احمد کے خاندان کے ایک فرد حنبل بن اسحاق ہیں جو اس کو احمد بن حنبل سے نقل کر رہے ہیں- اس طرح پکا معلوم ہوا کہ رجعت روح کا عقیدہ امام احمد بیان کرتے رہے ہیں

فرشتوں کو بیابان میں پکارنا

کتاب مسائل الإمام إحمد لابنہ عبداللہ میں ہے امام احمد کے بیٹے عبداللہ نے بیان کیا کہ ان کے باپ احمد بن حنبل نے کہا

حَدثنَا قَالَ سَمِعت ابي يَقُول حججْت خمس حجج مِنْهَا ثِنْتَيْنِ رَاكِبًا وَثَلَاثَة مَاشِيا اَوْ ثِنْتَيْنِ مَاشِيا وَثَلَاثَة رَاكِبًا فضللت الطَّرِيق فِي حجَّة وَكنت مَاشِيا فَجعلت اقول يَا عباد الله دلونا على الطَّرِيق فَلم ازل اقول ذَلِك حَتَّى وَقعت الطَّرِيق اَوْ كَمَا قَالَ ابي

میرے باپ نے کہا میں نے پانچ حج کیے جن میں دو سواری پر اور تین چل کر کیے یا کہا تین سواری پر اور دو پیدل – تو مجھ پر حج کا راستہ کھو گیا اور میں پیدل چل رہا تھا تو میں نے کہنا شروع کر دیا: اللہ کے بندو! مجھے راستہ بتاؤ۔ میں مسلسل کہتا رہا حتی کہ صحیح راستے پر آ گیا – ایسا میرے باپ نے کہا

امام احمد کے پیش نظر مسند البزار کی ایک منکر روایت تھی جس پر وہ عمل کر رہے تھے

إن لله ملائكة في الأرض سوى الحفظة، يكتبون ا سقط من ورق الشجر، فإذا أصاب أحدكم عرجة بأرض فلاة، فليناد : أعينوا عبادالله.

زمین میں حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہوتے ہیں جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو لکھتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی کو ویرانے میں چلتے ہوئے پاؤں میں موچ آ جائے تو وہ کہے: اللہ کے بندو! میری مدد کرو

اس کو البانی نے بھی بیان کیا

أن حديث ابن عباس الذي حسنه الحافظ كان الإمام أحمد يقويه، لأنه قد عمل به

حدیث ابن عباس جس کو حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے اس کو امام احمد نے قوی کیا ہے کیونکہ وہ اس پر عمل کرتے تھے

راقم کہتا ہے فرشتوں کو غیبی مدد کے لئے پکارنا مشرکانہ عمل ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ فرشتوں کو پکارنا جائز ہے ۔ توضیح الاحکام میں زبیر علی ایک جواب میں کہتے ہیں فرشتوں کو پکارنا صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے ملا ہے اور یہ پکار ماتحت الاسباب ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔

روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: " إنّ للّٰہ عزوجل ملائكة فی الأرض سوى الحفظة يكتبو ن ما يسقط من ورق الشجر فإذا أصاب أحد كم عرجة في الأرض لا يقدر فيها على الأعوان فليصح فليقل: عباداللّٰہ أغيثونا أوأعينونا رحمكم اللّٰہ، فإنه سيعان " (شعب الایمان ۱۲۸/۶ ح ۷۶۹۷ وسندہ حسن موقوف، ۱۸۳/۱ ح ۱۶۷)

صحابی کے اس قول میں زندہ فرشتوں کو پکارنے کا جواز ہے لہٰذا یہ پکارنا ماتحت الاسباب ہوا۔ اس قول میں مردہ روحوں کو پکارنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا اسے مافوق الاسباب پکارنے کی دلیل بنالینا غلط ہے۔

راقم کہتا ہے اس فتوی کے خلاف اللہ کا حکم قرآن میں موجود ہے کہ کتنے ہی فرشتے آسمان میں ہیں لیکن وہ مدد نہیں کر سکتے جب تک اللہ کا حکم نہ ہو

وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ

اور بہت سے فرشتے آسمان میں ہیں کہ جن کی شفاعت کسی کے کچھ بھی کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت دے اور پسند کرے

تعویذ و تمیمہ کرنا

ابی داوود مسائل الإمام إحمد روایۃ إبی داود السجستانی میں کہتے ہیں کہ میں نے

رَأَيْتُ عَلَى ابْنٍ لِأَحْمَدَ، وَهُوَ صَغِيرٌ تَمِيمَةً فِي رَقَبَتِهِ فِي أَدِيمٍ

میں نے احمد کے بیٹے جبکہ وہ چھوٹے تھے ایک چمڑے کا تَمِیمَۃً (تعویذ) گلے میں دیکھا

امام احمد کو ایک منکر اثر ملا جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِذَا عَسِرَ عَلَى الْمَرْأَةِ وَلَدُهَا، فَيَكْتُبُ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَالْكَلِمَاتِ فِي صَحْفَةٍ ثُمَّ تُغْسَلُ فَتُسْقَى مِنْهَا «بِسْمِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ» {كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا} [النازعات: 46] {كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ} [الأحقاف: 35]

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا کہ جب عورت کو بچہ جننے میں مشکل ہو تو اس کے لئے یہ دو آیات اور کلمات ایک صفحہ پر لکھو پھر ان کو دھو کر اس کا دھون عورت کو پلا دو

بِسْمِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ- كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحَاهَا

جس دن اسے دیکھ لیں گے (تو یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں) گویا ہم ایک شام یا اس کی صبح تک ٹھہرے تھے۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ

ایک دن میں سے ایک گھڑی بھر رہے تھے، آپ کا کام پہنچا دینا تھا، سو کیا نافرمان لوگوں کے سوا اور کوئی ہلاک ہوگا۔

اسکی سند میں محمد بن عبد الرحمٰن بن اِبي لیلیٰ ہے جو خراب حافظہ کا مالک تھا- امام احمد کے بیٹے نے خبر دی کہ اسی روایت کی بنیاد پر امام احمد تعویذ کرتے تھے کتاب المسائل امام احمد بن حنبل میں امام احمد نے با قاعدہ تعویذ بتایا کہ

كِتَابَة التعويذة للقرع والحمى وللمراة اذا عسر عَلَيْهَا الْولادَة

حَدثنَا قَالَ رَأَيْت ابي يكْتب التعاويذ للَّذي يقرع وللحمى لاهله وقراباته وَيكْتب للمراة اذا عسر عَلَيْهَا الْولادَة فِي جَام اَوْ شَيْء لطيف وَيكْتب حَدِيث ابْن عَبَّاس

کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو تعویذ لکھتے دیکھا گنج پن، بیماری یا دردزہ کے لئے- خاندان والو اور رشتہ داروں کے لئے اور ان عورتوں کے لئے جن کو جننے میں دشواری ہو ان کے لئے وہ ایک برتن یا باریک کپڑے پر ابن عبّاس کی روایت لکھتے تھے

کتاب الفروع از ابن مفلح الحنبلی (المتوفى: 763هـ) میں ہے

وَقَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: هَلْ يُعَلِّقُ شَيْئًا مِنْ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: التَّعْلِيقُ كُلُّهُ مَكْرُوهٌ، وَكَذَا قَالَ فِي رِوَايَةِ صَالِحٍ. وَقَالَ الْمَيْمُونِيُّ: سَمِعْت مَنْ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ التَّمَائِمِ تُعَلَّقُ بَعْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ فَقَالَ: أَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِهِ بَأْسٌ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَقَدْ رَأَيْت عَلَى ابْنٍ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ صَغِيرٌ تَمِيمَةً

فِي رَقَبَتِهِ فِي أُدُمٍ، قَالَ الْخَلَّالُ: قَدْ كَتَبَ هُوَ مِنْ الْحُمَّى بَعْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ، وَالْكَرَاهَةُ مِنْ تَعْلِيقِ ذَلِكَ قَبْلَ نُزُولِ الْبَلَاءِ هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ، انْتَهَى

المروزی نے امام احمد سے پوچھا کیا قرآن میں سے کچھ لٹکایا جائے ؟ امام احمد نے کہا ہر لٹکانے والی چیز مکروہ ہے اور ایسا ہی صالح نے روایت کیا ہے اور میمونی نے کہا میں نے امام احمد سے تعویذ پر سوال کیا کہ آفت نازل ہونے کے بعد لٹکا لیا جائے انہوں نے کہا اس میں امید ہے کوئی برائی نہیں اور امام ابو داود کہتے ہیں انہوں نے احمد کے چھوٹے بیٹے کے گلے میں چمڑے کا تمیمہ دیکھا الخلال کہتے ہیں اور امام احمد تمیمہ لکھتے بخآر کے لئے آفت کے نزول کے بعد اور اس سے کراہت کرتے کہ اس کو نزول بلا سے پہلے لٹکایا جائے اور اسی پر (حنابلہ کا) عمل ہے انتھی

إسحاق بن منصور بن بہرام إبو يعقوب الكوسج المروزی کی وفات ۲۵۱ھ میں امام ابو داود سے پہلے ہوئی اور إبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق المتوفی ۲۷۵ھ کہتے ہیں امام احمد کے بیٹے کے گلے میں ایک تمیمہ ہوتا تھا –پھر گھر والوں کی گواہی سب سے اہم ہے کیونکہ احمد کے بیٹوں نے اپنی کتب باپ احمد کی وفات کے بعد مرتب کی ہیں

ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر 104 میں مضمون صفاتِ باری تعالیٰ اور سلفی عقائد میں زبیر علی لکھتے ہیں

عبدالواحد صاحب نے ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سلفیوں کے مسلک سے مختلف ہے'' کے عنوان کے تحت اثبات الحد للہ، العقیدہ و علم الکلام، طبقات الحنابلہ، اہل السنۃ الاشاعرۃ اور الملل والنحل کتابوں سے بے سند اور غیر ثابت حوالے پیش کئے ہیں، حالانکہ امام احمد رحمہ اللہ کے ثقہ و مستند شاگردوں مثلاً امام ابوداود، صالح بن احمد بن حنبل، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور اسحاق بن منصور الکوسج وغیرہم کی کتابیں اور روایات مطبوع ہیں۔

معلوم ہو گیا ہے کہ امام احمد کا تعویذ کرنا ثابت شدہ ہے اور بیٹوں نے کتب وفات کے بعد مرتب کی ہیں اور اپنے باپ کا عقیدہ تعویذ پر نقل کیا ہے۔ المروزی کی مخالف خبر اب لائق التفات نہیں رہی کیونکہ المروزی احمد کے بیٹے نہیں ہیں ۔ گھر والوں کی گواہی اور مشہور شاگرد ابو داود کا مشاہدہ ہی قابل قبول ہے۔

محمد عمرو بن عبد اللطیف مصری عالم نے تكميل النفع بما لم يثبت به وقف ولا رفع میں لکھا ہے

مع ضعف هذا الأثر، فقد عمل به الإمام أحمد رحمه الله .... قال الخلال : أنبأنا أبو بكر المروذي (3) أن أبا عبد الله جاءه رجل فقال : يا أبا عبد الله تكتب لامرأة قد عسر عليها ولدها منذ يومين ، فقال : قل له يجئ بجام واسع وزعفران . ورأيته يكتب لغير واحد ...)) . قلت : وفي هذا دليل على أن الإمام أحمد رحمه الله كان يأخذ بالأحاديث والآثار الضعيفة إذا لم يجد في الباب غيرها ، ولم يكن هناك ما يدفعها ، والله أعلم

اور اس اثر کے ضعیف ہونے کے باوجود امام احمد کا اس پر عمل ہے.... خلال نے ذکر کیا کہ ہمیں ابو بکر المروزی نے خبر دی کہ ایک شخص امام احمد کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبد اللہ میرے بیوی کے لئے تعویذ لکھیں اس کو جنے میں مشکل ہے دو روز سے پس امام احمد نے کہا ایک بڑا برتن لاو اور زعفران اور میں نے دیکھا کہ ایک سے زائد کے لئے یہ لکھتے تھے

میں (محمد عمرو بن عبد اللطیف) کہتا ہوں یہ دلیل ہے کہ احمد ان احادیث و اثار کو لیتے تھے جو ضعیف ہوتے تھے جب ان کو اس باب میں کوئی اور نہ ملتا واللہ اعلم

عرش عظیم پر رسول اللہ (ص) کا بٹھایا جانا

قرآن کی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ہے

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

ہو سکتا ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر مبعوث کرے

بخاری کی حدیث میں ہے کہ یہ روز قیامت ہو گا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کریں گے جو ان کی نبی کی حیثیت سے وہ خاص دعا ہے جو رد نہیں ہوتی اور تمام انبیاء اس کو کر چکے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

پس بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا کریں گے. رب تعالی کہے گا

ثم يقول ارفع محمد، وقل يسمع، واشفع تشفع، وسل تعطه

محمد اٹھو، کہو سنا جائے گا، شفاعت کرو قبول ہو گی، مانگو، دیا جائے گا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وهذا المقام المحمود الذي وعده نبيكم صلى الله عليه وسلم

اور یہ وہ مقام محمود ہے جس کا تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے

معلوم ہوا کہ یہ قدر و منزلت کا مقام ہے

امام احمد نے امت پر ظلم کیا کہ یہ عقیدہ دیا کہ اللہ عرش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھائے گا

ابن ابی یعلی کتاب الاعتقاد میں لکھتے ہیں

وقال ابن عمير: سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل وسئل عن حديث مجاهد: " يُقعد محمداً على العرش ". فقال: قد تلقته العلماء بالقبول، نسلم هذا الخبر كما جاء

ابن عمیر کہتے ہیں انہوں نے احمد بن حنبل کو سنا ان سے مجاہد کی حدیث پر سوال ہوا کہ محمد کو عرش پر بٹھایا جائے گا پس انہوں نے کہا علماء نے اس کو قبولیت دی ہے ہم اس خبر کو جیسی آئی ہے مانتے ہیں

القاضی إبو یعلی، محمد بن الحسین بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى: 458ھ-) کتاب إبطال التأویلات لأخبار الصفات میں لکھتے ہیں

ونظر أَبُو عبد اللَّه فِي كتاب الترمذي، وقد طعن عَلَى حديث مجاهد فِي قوله: {عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا} فَقَالَ: لَمْ هَذَا عَن مجاهد وحده هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وقد خرجت أحاديثا فِي هَذَا، وكتبها بخطه وقرأها

اور ابو عبد اللہ امام احمد نے ترمذی کی کتاب دیکھی اور اس نے مجاہد کی حدیث پر طعن کیا اس قول عَسَیٰ اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا کے حوالے سے پس امام احمد نے کہا مجاہد پر ہی کیوں؟ ایسا ابن عباس سے بھی مروی ہے اور اس کی احادیث نکالیں اور ان کو بیان کیا

کتاب الاعتقاد از ابن إبی یعلی میں ابن حارث کہتے ہیں

وقال ابن الحارث: " نعم يقعد محمدا على العرش" وقال عبد الله بن أحمد: "وأنا منكر على كل من رد هذا الحديث".

ابن حارث کہتے ہیں ہاں عرش پر محمّد کو اللہ بٹھائے گا اور عبد للہ بن احمد کہتے ہیں میں ہر اس شخص کا انکار کرتا ہوں جو اس حدیث کو رد کرے

کتاب السنہ از ابو بکر الخلال میں ہے کہ

قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: لَا يَرُدُّ هَذَا إِلَّا أَهْلُ الْبِدَعِ وَالْجَهْمِيَّةُ

ابو قلابہ نے کہا کہ اس کو سوائے اہل بدعت اور جھمیہ کے کوئی رد نہیں کرتا

یہ سراسر عیسائی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ وفات کے بعد اللہ کے ساتھ عرش پر بیٹھا ہے مسلمانوں میں بھی یہ غلو در کر آیا ہے

سعودی مفتی ابن باز کے استاد اور سعودی عرب کے سابق مفتی اکبر علامہ محمد بن ابراہیم بھی کہتے ہیں کہ مقام محمود سے شفاعت عظمیٰ اور عرش پر بٹھایا جانا دونوں ہی مراد ہیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں وہ اس کو اہل سنت کا قول بھی کہتے ہیں

قيل الشفاعة العظمى، وقيل إنه إجلاسه معه على العرش كما هو المشهور من قول أهل السنة

فتاوى ورسائل سماحة الشيخ محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ

جلد 2، ص136

دوسرے حنبلی مقلد عالم محمّد صالح المنجد اس پر لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ امام احمد کا یہ قول فضائل کی وجہ سے ہے

آٹھویں صدی میں جا کر الذھبی اور ابن تیمیہ کے دور میں علماء کا ماتھا اس روایت پر ٹھنکا اور اس کا انکار کیا گیا اسی وجہ سے الذھبی نے کتاب العلو للعلي الغفار في إيضاح صحيح الأخبار وسقيمها میں اس کا رد کیا

عصر حاضر میں مختصر العلو للعلي العظيم للذہبی ص ۲۳۴ میں البانی اپنے حاشیہ میں کہتے ہیں

وان عجبي لا يكاد ينتهي من تحمس بعض المحدثين السالفين لهذا الحديث الواهي والاثر المنكر ومبالغتم في الانكار على من رده واساءتهم الظن بعقيدته ... وهب أن الحديث في حكم المرسل فكيف تثبت به فضيلة؟! بل كيف يبنى عليه عقيده أن الله يقعد نبيه – صلى الله عليه وسلم – معه على عرشه

اور میں حیران ہو کہ سلف میں بعض محدثین کا اس واہی حدیث اور منکر اثر پر جوش و خروش کی کوئی انتہا نہیں تھی اور (حیران ہوں کہ) محدثین کا اپنے مخالفین کے انکار اور رد میں مبالغہ آمیزی اور عقیدے میں ان کو برا کہنے پر... اور حدیث مرسل ہے تو اس سے فضیلت کیسے ہو ثابت ہو گئی؟ بلکہ یہ عقیدہ ہی کیسے بنا لیا کہ اللہ عرش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھائے گا

احمد اور وسیلہ کا اثبات

کتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع لعلاء الدین علی بن سلیمان المرداوی کے مطابق

قَالَ أَحْمَدُ فِي مَنْسَكِهِ الَّذِي كَتَبَهُ لِلْمَرُّوذِيِّ: إنَّهُ يَتَوَسَّلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُعَائِهِ

احمد نے مَنْسَكِهِ میں کہا جو انہوں نے المروزی کے لئے لکھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعائیں کرتے ہیں

کتاب الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف از علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي الحنبلي کے مطابق

قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: الْمَرُّوذِيُّ يَتَوَسَّلُ بِالنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي دُعَائِهِ وَجَزَمَ بِهِ فِي الْمُسْتَوْعِبِ

امام احمد نے کہا المروزی کو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ لیں دعاوں میں

اسی طرح کتاب کشاف القناع عن متن الإقناع از منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی کے مطابق بھی وسیلہ جائز ہے۔ واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ دعا کرنے کی درخواست کرتے تھے لیکن وفات النبی کے بعد دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسلیہ غلط عمل ہے–اس کے برعکس حنابلہ کے ہاں یہ تلقھا بالقبول کا درجہ رکھتا تھا۔ اس تحریر "مَنْسَكِهِ" کو چھپا دیا گیا ہے اور اب اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ امام احمد کے وسیلہ کے قول کا ذکر عبد الوہاب النجدی نے اپنے فتوی تک میں کیا ہے

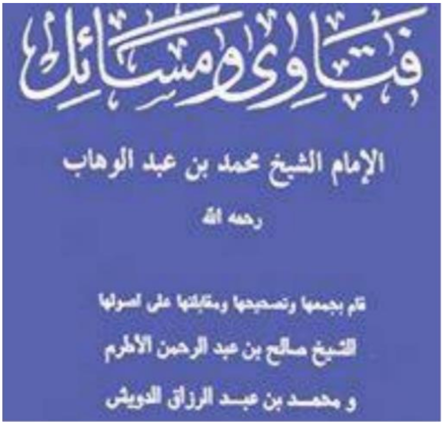

العاشرة – قولهم في الاستسقاء : لا بأس بالتوسل بالصالحين : وقول أحمد : يتوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم خاصة ، مع قولهم إنه لا يستغاث بمخلوق ، فالفرق ظاهر جداً ، وليس الكلام مما نحن فيه ، فكون بعض يرخّص بالتوسل بالصالحين وبعضهم يخصّه بالنبي صلى الله عليه وسلم ، وأكثر العلماء ينهى عن ذلك ويكرهه ، فهذه المسألة من مسائل الفقه (*) ، ولو كان الصواب عندنا قول الجمهور إنه مكروه فلا ننكر على من فعله ، ولا إنكار في مسائل الاجتهاد ، لكن إنكارنا على من دعا لمخلوق أعظم

دسواں مسئلہ —علماء اسلام کا قول ہے کہ دعائے استقاء میں نیکوکاروں کا وسیلہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں اور **امام احمد فرماتے ہیں: صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا چاہیے** ، اسی کے ساتھ ان علماء نے صراحت کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کسی بھی مخلوق سے مدد طلب کرنا درست نہیں، لہٰذا (مدد طلب کرنے اور وسیلہ لینے کے درمیان) فرق بلکل واضح ہے اور ہم جو مسئلہ بیان کر رہے ہیں، اس پر کوئی اعتراض نہیں، بعض صالحین توسل کو جائز قرار دیتے ہیں، تو یہ ایک فقہی مسئلہ ہے، اگرچہ ہمارے نزدیک صحیح قول جمہور کا ہے کہ توسل مکروہ ہے، مگر وسیلہ لینے والوں کو ہم غلط بھی نہیں کہتے، کیونکہ اجتہادی مسائل میں انکار و اعتراض کی گنجائش نہیں ہے —(مؤلفات محمد بن عبد الوہاب / فتاویٰ و مسائل، جلد ۴، صفحہ ۶۸)

عبدالوہاب النجدی نے نواقض الاسلام کا ذکر کیا تو ان میں سے ایک بیان کیا[2]

من جعل بينه وبين الله وسائط يدعوهم ويسألهم الشفاعة ويتوكل عليهم فقد كفر إجماعا والدليل قوله تعالى: {أَلا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلاَّ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ}، الزمر: 3..

جو اپنے اور اللہ کے درمیان واسطے بنا لے ان سے شفاعت کا سوال کرے اور ان پر توکل کرے تو اس نے اجماع کا کفر کیا اور اس پر دلیل ہے اللہ کا قول {أَلا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلاَّ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ}، الزمر: 3.

عبدالوھاب النجدی نے اعتراف کیا ہے کہ امام احمد میں یہ نقض آ گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے تھے

البانی کتاب التوسل إنواعہ وإحکامہ میں اعتراف کرتے ہیں کہ امام احمد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینے کو جائز کیا ہے

فأجاز الإمام أحمد التوسل بالرسول صلى الله عليه وسلم وحده فقط، وأجاز غيره كالإمام الشوكاني التوسل به وبغيره من الأنبياء والصالحين

---

2 مجلة البحوث الإسلامية بالرياض العدد السابع الصادر في الأشهر (رجب وشعبان ورمضان وشوال عام 1403هـ)، (مجموع فتاوى ومقالات الشيخ ابن باز و(212-214) الرسائل الشخصية

پس امام احمد نے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینے کو جائز قرار دیا ہے اور دیگر نے جیسے امام شوکانی نے انبیاء و صالحین سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ لینے کو جائز کیا ہے

انبیاء زائر کو پہچانتے ہیں

امام احمد کا عقیدہ عبد الواحد بن عبد العزیز بن الحارث التمیمی نے ذکر کیا

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

بحوالہ کتاب فیہ اعتقاد الإمام إبي عبد اللہ احمد بن حنبل –المؤلف: عبد الواحد بن عبد العزیز بن الحارث التمیمی الناشر: دار المعرفة –بیروت

ابن تیمیہ کتاب درء تعارض العقل والنقل میں بتاتے ہیں کہ امام البیہقی کتاب اعتقاد احمد جو ابو الفضل عبد الواحد بن إبي الحسن التمیمی کو درس میں استعمال کرتے تھے

ولما صنف أبو بكر البيهقي كتابه في مناقب الإمام أحمد - وأبو بكر البيهقي موافق لابن البقلاني في أصوله - ذكر أبو بكر اعتقاد أحمد الذي صفنه أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي، وهو مشابه لأصول القاضي أبي بكر، وقد حكى عنه: أنه كان إذا درس مسألة الكلام على أصول ابن كلاب والأشعري يقول: (هذا الذي ذكره أبوالحسن أشرحه لكم وأنا لم تتبين لي هذه المسألة) فكان يحكى عنه الوقف فيها، إذ له في عدة من المسائل

اور جب ابو بکر البیہقی نے کتاب مناقب امام احمد لکھی، اور ابو بکر البیہقی اصول میں ابن الباقلانی سے موافقت کرتے ہیں، تو ابو بکر البیہقی نے ذکر کیا کتاب اعتقاد احمد کا جو ابو الفضل عبد الواحد بن إبي الحسن التمیمی کی تصنیف ہے اور اصولوں میں قاضی ابو بکر کے مشابہ ہے اور ان سے بات بیان کی جاتی ہے کہ جب وہ مسئلہ کلام میں ابن کلاب اور الأشعری کے اصول پر درس دیتے، کہتے ایسا ذکر کیا ابو الحسن نے جس کی شرح میں نے تمہارے لئے کی

ابن تیمیہ فتوی ج ۴ ص ۱٦۷ میں لکھتے ہیں

وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَائِلِينَ إلَيْهِمْ التَّمِيمِيُّونَ: أَبُو الْحَسَنِ التَّمِيمِيُّ وَابْنُهُ وَابْنُ ابْنِهِ وَنَحْوُهُمْ؛ وَكَانَ بَيْنَ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيِّ وَبَيْنَ الْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْبَاقِلَانِي مِنْ الْمَوَدَّةِ وَالصُّحْبَةِ مَا هُوَ مَعْرُوفٌ مَشْهُورٌ. وَلِهَذَا اعْتَمَدَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ البيهقي فِي كِتَابِهِ الَّذِي صَنَّفَهُ فِي مَنَاقِبِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ - لَمَّا ذَكَرَ اعْتِقَادَهُ - اعْتَمَدَ عَلَى مَا نَقَلَهُ مِنْ كَلَامِ أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيِّ. وَلَهُ فِي هَذَا الْبَابِ مُصَنَّفٌ ذَكَرَ فِيهِ مِنْ اعْتِقَادِ أَحْمَدَ مَا فَهِمَهُ؛ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَلْفَاظَهُ وَإِنَّمَا ذَكَرَ جُمَلَ الِاعْتِقَادِ بِلَفْظِ نَفْسِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: " وَكَانَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ". وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ يُصَنِّفُ كِتَابًا فِي الْفِقْهِ عَلَى رَأْيِ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ وَيَذْكُرُ مَذْهَبَهُ بِحَسَبِ مَا فَهِمَهُ وَرَآهُ وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ بِمَذْهَبِ ذَلِكَ الْإِمَامِ أَعْلَمَ مِنْهُ بِأَلْفَاظِهِ وَأَفْهَمَ لِمَقَاصِدِهِ

امام اِبُو الحَسَنِ الاَشْعَرِیؒ کے عقائد کی طرف سب سے زیادہ تَّمِیمِیُّوْنَ میں سے اِبُو الحَسَنِ التَّمِیمِیُّ اور ان کے بیٹے اور پوتے اور اسی طرح کے دیگر ہوئے اور اِبِی الحَسَنِ التَّمِیمِیِّ اور القَاضِی اِبِی بَکْرِ بْنِ البَاقِلَانِی میں بہت مودت اور اٹھنا بیٹھنا تھا اور اس کے لئے مشہور تھے اور اسی لئے امامِ البیہقی نے کتاب جو مَنَاقِبِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ میں لکھی تو انہوں نے اِبِی الفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اِبِی الحَسَنِ التَّمِیمِیِّ کی کتاب پر اعتماد کیا ہے جو انہوں نے امام احمد کے اعتِقَادِ پر لکھی تھی اور اس میں مصنف نے وہ اعتِقَادِ ذکر کیے ہیں جو ان کے فہم کے مطابق امام احمد کے ہیں اور اس میں الفاظ نقل نہیں ہیں اور انہوں نے اجمالا الاِعتِقَادِ لکھے ہیں اپنے الفاظ میں اور کہا ہے اور ابو عبداللہ.. اس کا مقام فقہ میں اماموں کی رائے نقل کرنے جیسا ہے اور مذہب کا ذکر فہم پر مبنی ہے اور اگر امام کا مذھب ہوتا تو الفاظ کے ساتھ لوگوں نے نقل کیا ہوتا اور اس کا مقصد سمجھا ہوتا

عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اِبِی الحَسَنِ التَّمِیمِیِّ المتوفی ۴۱۰ ھ اور ابن الباقلانی المتوفی ۴۰۲ ھ اشعری عقائد رکھتے تھے اور ان کو امام احمد کا عقیدہ بھی بتاتے تھے۔ ابن تیمیہ کو اعتراض اس پر ہے کہ اشعری عقائد امام احمد سے منسوب کیوں کیے جا رہے ہیں وہ صرف اس کا رد کر رہے ہیں۔ بیہقی بھی ابن الباقلانی سے متاثر تھے۔ بیہقی نے امام احمد کے مناقب میں عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اِبِی الحَسَنِ التَّمِیمِیِّ کی کتاب الاعتقاد استعمال کی کیونکہ وہ ابن الباقلانی سے متاثر تھے

ابن تیمیہ کے مطابق عَبۡدِ الۡوَاحِدِ بۡنِ أَبِی الۡحَسَنِ التَّمِیۡمِیّ نے اپنے فہم پر اس کتاب کو مرتب کیا ہے.
قابل غور ہے کہ ابن تیمیہ نے مطلقاً اس کتاب کو رد نہیں کیا دوئم جہاں تک مردہ کا زائر کو پہچاننے کا تعلق ہے اس کو ابن تیمیہ بھی مانتے ہیں

نتائج

فرقوں کے محققین مثلا ابن تیمیہ اور ایک جم کثیر اس کے قائل ہیں کہ احمد کا یہ عقیدہ کہ نبی کو عرش پر بٹھایا جائے گا صحیح نہیں ہے

فرقوں کے محققین میں وہابی اور بعض بر صغیری اہل حدیث کہتے ہیں کہ تعویذ و تمیمہ شرک ہے

فرقوں کے محققین اور بر صغیر کے اہل حدیث کہتے ہیں کہ فرشتوں کو پکارنا بھی باطل عقیدہ ہے

بعض اہل حدیث حضرات اور ہمارے نزدیک وسیلہ کرنا شرک کی قسم ہے

ہمارے نزدیک عقیدہ عود روح بھی باطل ہے

وہابی علماء میں سے بعض اس کے قائل میں کہ انبیاء زائر کو جان جاتے ہیں اور اہل حدیث کے بقول انبیاء سن ہی نہیں سکتے۔ ہمارا اور اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ عقیدہ کہ انبیاء زائر کو جانتے ہیں صحیح نہیں ہے

اس طرح ہم سب اس پر جمع ہیں کہ امام احمد صحیح عقیدہ پر نہیں رہے تھے

چند منطقی اعتراضات

اب منطقی سوال یہ ہے کہ آٹھویں صدی میں الذھبی و ابن تیمیہ کی جانب سے ان عقائد میں سے بعض کو رد کیا گیا کہ امام احمد کا یہ عقیدہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے گا صحیح نہیں تھا تو اس پر تکفیر کیوں نہیں کی گئی ؟ اسی طرح علماء کے نزدیک وسیلہ شرک ہے لیکن احمد کرتے تھے - اسی طرح علماء اقرار کرتے ہیں کہ احمد فرشتوں کو پکارتے تھے لیکن احمد کو یہ لوگ کافر نہیں کہتے -

راقم کہتا ہے اس کی وجہ محض غلو ہے اور حسن ظن ہے - جب بد عقیدگی معلوم ہو تو اس کو رد کرنا لازم ہے لیکن حنابلہ اس حدیث پر دلیل لیتے رہے ہیں جس میں ہے کہ قاضی اگر فیصلہ میں خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملے گا - اس پر راقم کہتا ہے کہ یہ حدیث تعزیری احکام میں بشری غلطی پر ہے - صحیح عقیدہ میں باطل کو داخل کرنے سے متعلق یہ حدیث نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کے حرام کو حلال کرنے پر نہیں ہے

اہل حدیث اس حوالے سے بات نہیں کرتے بلکہ محض اشکال و ابہام پیدا کرتے ہیں جس میں وہابی علماء تک ان کے ہم نوا نہیں ہیں مثلا یہ قول کہ کتاب الصلاۃ امام احمد سے ثابت نہیں ، یا یہ قول کہ مسدد کے نام خط ثابت نہیں جبکہ ابن تیمیہ و سلفی علماء نے اس کو ثابت مانا ہے -

امام احمد کے یہ عقائد ان کے گھر والوں اور قریبی احباب نے بتائے ہیں جو خطوط میں درج کیے گئے - اکثر ایک مشہور شخص پر معلومات نہیں مل پاتیں حتی کہ وہ ان کا ذکر تقریر میں کرے - اس کی مثال عصر حاضر میں طارق جمیل کے عقائد ہیں جو ہر سال تقاریر میں کھل کر آ رہے ہیں - اگر وہ ان کو بیان نہ کرتے تو ہم جان نہیں پاتے - اسی طرح مذھب احمد ، احمد کی زندگی میں مشہور نہیں تھا بلکہ ان کی وفات کے بعد اس محنت کا نتیجہ ہے جو ان کے شاگردوں المھنا، المیمونی اور بیٹوں عبد اللہ بن احمد اور صالح بن احمد نے مذھب احمد کا پرچار کرنے میں کی ہے

بعض افسانہ نگاروں نے اعتراض کیا کہ اگر احمد کے عقائد کو تلقيها بالقبول پر لیا جائے جیسا امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے تو پھر امام ابن تیمیہ کے پاس کیا دلیل ہے کہ صوفیاء کے بے سند قصوں کو وہ رد کریں؟ راقم نے کہا کہ جس کا یہ قول ہے اس نے غور نہیں کیا کہ صوفیاء کا دین علم روایت نہیں ہے علم کشف ہے جس کی اسناد نہیں ہوتیں- جب روایت کو رد کیا جاتا ہے تو وہ بات کسی حد تک وہاں رک جاتی ہے لیکن مشرب تصوف میں کشف کو روکنا ممکن نہیں ہے–خواب میں نبی صلی اللہ علیہ السلام کی آمد کا دعوی ہر روز لوگ کرتے ہیں اور ان کی بنیاد پر کشف کے قائل بھی ہیں– علم روایت اور علم عرفان و کشف میں اس بنیادی فرق کو سمجھنا ضروری ہے اور ان کو ملانا حماقت ہے-

قابل غور ہے کہ احمد سے منسوب متصادم اقوال بھی ہیں اور حنبلیوں کے آپس میں اختلاف بھی ہیں، لیکن مسئلہ اعادہ روح میں ان کا اتفاق ہے کہ یہ امام احمد کا عقیدہ تھا- أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن مَنْدَه العبدي (المتوفى: 395هـ) جس کے نزدیک مسند کے نام احمد کا خط ثابت نہیں اس تک کے نزدیک عقیدہ اعادہ روح صحیح ہے- پھر جب حنابلہ کسی عقیدے کو صحیح کہتے ہیں تو اس کو امام احمد تک ضرور لاتے ہیں

باقی رہی یہ بات کہ اعادہ روح موجودہ حنفی فرقوں میں بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے تو امام ابو حنیفہ پر فتوی کیوں نہیں؟ اس کے لئے ہم غور کرتے ہیں کہ فقہ اکبر از ابو مطیع البلخی الحکم بن عبد اللہ بن مسلمۃ بن عبد الرحمٰن المتوفی ۱۹۹ھ میں امام ابو حنیفہ سے اس عقیدہ کو ان الفاظ میں منسوب کیا گیا ہے

اور منکر نکیر کا قبر میں سوال کرنا حق ہے اور روح کا بندہ کی طرف اس کی قبر میں لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کی تنگی اور اس کا بھینچنا بھی حق ہے-

مطالبہ کیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی فتوی لگنا چاہیے- راقم کہتا ہے کہ معلوم ہے کہ محدثین میں ابن معین کہتے ہیں أبو مطيع الخراساني ليس بشيءٍ ، ابو مطیع الخراسانی یہ کوئی چیز نہیں- امام ابن حبان نے اس کو وضاع قرار دیا ہے اور ایک مقام پر لکھا فهذا وضعه أبو مطيع علىٰ

حماد اس کو ابو مطیع البلخی نے حماد بن سلمہ پر گھڑا ہے (المجروحین لابن حبان)–ابو داود کہتے ہیں
تركوا حديثه وكان جهميا اس کی خبر ترک کرو جھمی ہے–

محدثین کے نزدیک اگر خبر میں وضاع (گھڑنے والا) آ جائے تو وہ اس کو رد کر دیتے ہیں لیکن اگر مجہول آ جائے تو اس کو خبر کو حسن کہہ کر قبول کرتے ہیں- فقہ اکبر ایک وضاع کی خبر ہونے کی بنا پر متروک کتاب ہے اور مسند کے لئے احمد کا خط ایک مجہول کی سند سے حسن صحیح کے درجہ پر ہے

بعض نے اعتراض کیا کہ امام احمد کے اقوال جرح و تعدیل میں نہیں لئے جا سکتے کیونکہ ان کے عقیدہ میں غلطی نکلی ہے- راقم کہتا ہے غلط عقائد کے ساتھ احمد کا حدیث کی روایت میں ثقہ ہونا مضر رساں نہیں ہے–ثقہ کا حکم حدیث کو یاد رکھنے اور روایت کرنے میں غلطی نہ کرنے پر ہے- لہذا علم حدیث میں رافضی راوی ہو یا خارجی ہو اس کو ثقہ ہی کہا جاتا ہے–بعض جہلاء کا گمان ہے کہ ثقاہت کا تعلق عقائد سے ہے- جبکہ ایسا علم حدیث واصول حدیث یا جرح و تعدیل کی کسی کتاب میں نہیں ہے- محدثین عقائد کو جرح و تعدیل کے تناظر میں صرف اس وقت دیکھتے ہیں جب ان کو گمان ہو کہ ثقہ راوی اپنا عقیدہ حدیث میں ملا رہا ہے–ثقہ بدعتی کی روایت رد کرنے کا اصول ایک الگ بحث ہے، ثقاہت اور بدعت دونوں کو الگ طرح لیا جاتا ہے-

امام احمد کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں یقینا ہوتا ہے اور ان کو جو علمی بات معلوم تھی وہ ان سے لی جائے گی- اللہ تعالی کا حکم ہے کہ اہل کتاب تک سے علم کی بات لی جا سکتی ہے–مکی سورت سورہ النحل میں کہا گیا ہے

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

پس اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج

بنی اسرائیل سے روایت کرو، اس میں کوئی مضائقہ نہیں

جب ہم دین میں ایک بنی اسرائیلی سے روایت کر سکتے ہیں تو امام احمد کی بات بھی نقل کر سکتے ہیں- اصول حدیث امام احمد کے مرتب کردہ نہیں ہیں- اصول حدیث امام احمد سے بھی پہلے کے ہیں جن میں امام ابن سرین، امام سفیان بن عیینہ، امام شعبہ، امام بندار سر فہرست ہیں- اس میں حدیث عود روح کو رد کرنے والے امام شعبہ ہیں-اس میں اماموں کے امام یحییٰ بن سعید القطان تھے جو کہتے تھے کہ راوی پر جرح کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے جھگڑا کریں—ان میں امام مالک بھی ہیں- علم حدیث کسی ایک شخص کا مرتب کردہ نہیں ہے نہ ہی کسی مدرسہ کی پروڈکٹ ہے-ان ائمہ کو اہل فن و صنعت کہا جاتا ہے لہذا انہی اصولوں کو ہم بھی قبول کرتے ہیں

تذکرہ کتاب الصلاۃ

ڈاکٹر عثمانی صاحب کے دور میں امام احمد کی کتاب الصَّلاۃ کے بعد، پبلشر نے امام احمد کا عقیدہ بھی درج کیا جس کے لئے پبلشر نے مسدد بن مسرہد کے نام امام احمد کے خط کا انتخاب کیا - عثمانی صاحب نے کتاب عذاب البرزخ میں امام احمد کے عقیدے پر اسی کتاب الصَّلاۃ کے آخر کا عکس دیا کہ اس میں عود روح کا ذکر ہے–اس کی وجہ یہ تھی کہ دیوبندی حلقوں میں سرفراز خان صفدر نے کتاب تسکین الصدور میں اسی عکس کو پیش کیا تھا اور ان سب فرقوں میں اس وقت یہ امام احمد کا متفقہ عقیدہ تھا-

عثمانی صاحب کی مخالفت میں اہل حدیث کے بعض فتنہ پرور مولویوں نے عوام کو شوشہ دیا کہ کتاب الصَّلاۃ ، امام احمد سے ثابت نہیں ہے-

امام احمد کی کتاب الصَّلاۃ حنبلی علماء میں مشہور و مقبول ہے البتہ شوافع میں امام الذھبی نے اس کتاب کی امام احمد سے نسبت پر کلام کیا ہے مثلا امام الذھبی نے کتاب سیر اِعلام النُّبلاء (287/11) میں اپنی رائے دی کہ امام احمد سے منسوب رسالة المسيء في الصَّلاة باطلةٌ ایک تحریر ہے نماز کے بارے میں جو باطل ہے-یہ بھی کہا (330/11) :«قلتُ: هو موضوعٌ على الإمام». میں کہتا ہوں وہ امام پر گھڑی ہوئی ہے

البتہ امام الذھبی کا زبردست رد وہابی علماء کرتے آئے ہیں کہ ان یہ بات بے سر و پا ہے کیونکہ اس حوالے سے کوئی دلیل بھی الذھبی نے نہیں دی–چونکہ اردو بولنے والوں کے علم میں یہ تحقیقات نہیں ہوتیں وہ فوراز بیر علی جیسے مولویوں کے جھانسوں میں آ جاتے ہیں- قارئین کی آسانی کے لئے یہ حوالہ جات پیش خدمت ہیں- یہاں تین محققین کے حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں

ثالثها: أنّ الذّهبي رحمه الله تعالى ضعّف نسبة هذه الرّسالة للإمام أحمد وحكم بأنّها موضوعة عليه(١)، ولا أدري ما وجه ذلك، مع أنّ هذه الرّسالة اشتهر أمرها عند أئمّة المذهب وغيرهم، ويعتمد عليها من ينسب بعض الأقوال للإمام رحمه الله، وإسنادها وإن كان فيه مجهول، لكنّ الكتاب إذا اشتهر وتداول النّاس نسبته لشخص معيّن أغنى ذلك عن صحّة الإسناد إليه،إضافة إلى أنّ إنكار الذّهبي جاء متأخّراً ولم يذكر حجّةً على ذلك، ولو اكتفى بالتّشكيك لهان الأمر، أمّا الجزم بوضعها فهو بعيد، وقد اعتمد عليها العلماء في نسبة بعض الأقوال للإمام أحمد، ومنهم ابن قدامة في المغني وابن القيّم في كتاب الصّلاة.

ومع هذا نقول: ليس في الأمر ضير، فإنّ المقصود الاستفادة ممّا فيها من العلم النّافع والأحكام الرّشيدة، فإن كانت من قول الإمام أحمد فهو كمال على كمال، وإن أخطأنا في ذلك فلم ننسب إليه باطلاً، وقد ناقشنا كلّ ماذكره فيها وذكرنا أقوال غيره وليس فيها بحمدالله مذهب باطلٌ مخالف للسّنّة بل هي أقوالٌ فقهيّةٌ اجتهاديّة، وعِظاتٌ ونصائح وتوجيه.

امام الذہبی نے اس رسالے کی نسبت امام احمد سے ضعیف کی ہے اور اس پر موضوع کا حکم لگایا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے ساتھ یہ رسالہ مشہور ہے ائمہ حنبلی مذھب میں اور ان کا اس پر اعتماد ہے اس میں احمد کے اقوال پر- اور اگر اسناد میں مجہول ہو بھی تو کتاب تو مشہور

ہے اور ایک شخص معین سے اس کی نسبت چلی آئی ہے جو اس کی صحت پر کافی ہے اور الذھبی تو متاخرین میں سے ہے اور اس نے اپنے قول پر کوئی دلیل نہیں دی تو اس کو شک قرار دیا جائے گا اور جہاں پر اس کے گھڑے ہونے پر جزم ہے تو یہ بعید ہے اور پھر علماء نے اس کتاب میں احمد کے اقوال پر اعتماد کیا ہے جن میں ابن قدامہ ہیں مغنی میں اور ابن قیم ہیں کتاب الصلاۃ مین

الزهراني نے کہا الذھبی نے اپنی بات کی کوئی دلیل نہیں دی اور اس کتاب کی نسبت امام احمد سے نسبت ہے اس کو ابن قدامہ اور ابن قیم قبول کرتے ہیں-اب ایک دوسرے محقق صبری شاہین کی تحقیق دیکھتے ہیں

وقد طبعت بهذا الاسم «الرسالة السنية» في مكتبة دار الفرقان بالقاهرة.

ومما يؤكد صحة نسبة هذه الرسالة للإمام أحمد أن ابن القيم رحمه الله في كتابه «الصلاة وحكم تاركها» ص٦، ٧ نقل من كتاب الصلاة للإمام أحمد قائلاً: [قال الإمام أحمد: وقد جاء في الحديث: «لاحظ في الإسلام لمن ترك الصلاة»... إلى قوله: فليس بعد ذهاب الصلاة إسلام ولا دين إذا صارت الصلاة آخر ما يذهب من الإسلام]. اهـ مع اختلاف يسير جدًا.

صبری شاہین کہتے ہیں

اور جو بات اس کی تاکید کرتی ہے کہ اس کتاب کی نسبت کی صحت امام احمد سے ہے وہ یہ ہے کہ امام ابن قیم نے اس کا ذکر اپنی نماز کی کتاب میں کیا ہے اور امام احمد کی کتاب سے اقتباس نقل کیا ہے کہ قال احمد

صبری شاہین مزید کہتے ہیں

٤- نسخة مطبوعة بمطبعة المنار في سنة ١٣٤٢هـ طبعها الشيخ رشيد رضا. اهـ.

وقال الأخ الفاضل عبد الإله بن سالم الأحمدي في كتابه المسائل والرسائل المروية عن الإمام أحمد بن حنبل في العقيدة ١/٤٣.

[وهذه الرسالة معروفة مشهورة اعتمدها العلماء وأفادوا منها. وقد أثبت منها ما هو متعلق بالجانب العقدي فقط، بقي أن أقول: إن هذه الرسائل وإن كان في أسانيدها مقال، إلا أن ما فيها يقوي صحة نسبتها إلى الإمام أحمد، والمطلع عليها يلاحظ ذلك، علاوة على الشواهد الكثيرة الصحيحة التي تدعم ما جاء فيها من مسائل متنوعة، فهناك روايات كثيرة بأسانيد صحيحة مطابقة بألفاظها لكثير مما ورد في هذه الرسائل]. اهـ.

ہمارے فاضل دوست عبد الہ بن سالم نے کتاب المسائل والرسائل مروی عن امام احمد فی العقیدہ میں لکھا ہے

کتاب صلاۃ مشہور و معروف ہے اس پر علماء کا اعتماد ہے اور ... ان کی نسبت کی صحت امام احمد سے قوی ہوتی ہے اور اس پر کثرت سے شواہد ہیں

تیسرے محقق عبد العزیز عبد اللہ الراجحی ہیں

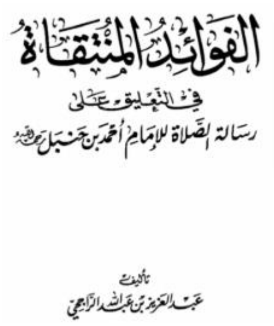

◉ **إثبات نسبة الرسالة:**

«رسالة الصلاة» لإمام أهل السنة أحمد بن حنبل ﷫ ثابتة عنه، وهناك من يشكك في نسبتها إلى الإمام أحمد ﷫، وبعض الناس في هذا الزمن يشككون في كل شيء، وهذا خلاف الأصل، فمثلًا: ابن سينا له رسالة في إنكار البعث، ومع ذلك هناك من يقول: «قد يكون تاب».

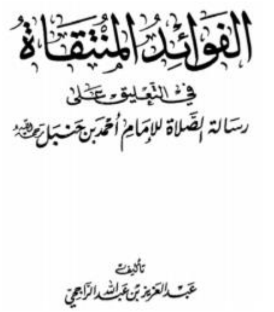

كذلك رسالة الإمام أحمد بن حنبل ﷫، فقد شكك فيها بعض الناس، فالذهبي ﷫ قال في "سير أعلام النبلاء": (**موضوع على الإمام**)[٢]، وقال الألباني في صفة صلاة النبي: (تنبيه هام: إن رسالة الصلاة المنسوبة للإمام أحمد ﷫ والتي أعيد طبعها مرارًا قد ثبت لدينا أنها لا تصح نسبتها إلى الإمام أحمد).

وقد رد عليه الشيخ حمود التويجري ﷫، وبين أن الحنابلة اعتمدوها، وابن قدامة ﷫ ذكرها، وكذلك ابن القيم قال الشيخ حمود التويجري ﷫ في "التنبيهات على رسالة الألباني في الصلاة": (التنبيه الثالث عشر: قال المؤلف في آخر نبذة ما نصه: تنبيه هام: أن رسالة الصلاة المنسوبة إلى الإمام أحمد ﷺ والتي أعيد طبعها مراراً قد ثبت لدينا أنه لا تصح نسبتها إلى الإمام أحمد ... وسننشر تحقيقنا في ذلك قريباً إن شاء الله تعالى وعليه فلا يغتر أحد بما جاء فيها من المخالفة لكتابنا هذا)[٣] يعني: بما جاء في صفة الصلاة للألباني من مخالفة في إثباتها.

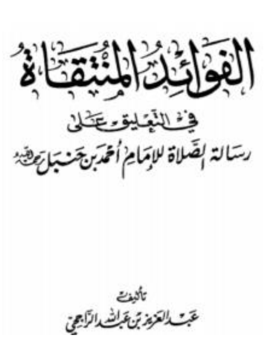

وفي تحقيق نسبة الرسالة إلى الإمام أحمد ﷫؛ حتى يتبين لطالب العلم صحة نسبتها له، يقول الشيخ حمود التويجري في وجوه إثبات الرسالة للإمام أحمد: (**الثالث:** أن الشيخ الموفق أبا محمد بن قدامة المقدسي ﷫ قد نقل من الرسالة في كتابه «المغني»[٢] جازمًا بنسبتها إلى الإمام أحمد ﷫، ولم يعيب ذلك عليه أحد لا من الحنابلة ولا من غيرهم، وقد نقل الحافظ ابن حجر في «فتح الباري» ما نقله صاحب «المغني» وأقره، وكذلك الشيخ عبدالرحمن بن أبي عمر نقل في كتابه الشرح الكبير من الرسالة جازمًا بنسبتها إلى الإمام أحمد[٣]، وكذلك العلامة الحافظ ابن القيم ﷫ نقل منها في كتاب «الصلاة» جازمًا بنسبتها إلى الإمام أحمد، ولما انتهى ما نقله قال بعده: «هذا كله كلام أحمد»[٤]، ونقل من مضمونها في موضع آخر، ثم قال: «وقد احتج أحمد بهذا بعينه»[٥]، وكذلك الشيخ محمد بن مفلح قد نقل منها في كتابه «الفروع» جازمًا بنسبتها

عبدالعزیز عبداللہ الراجحی کی تحقیق میں اس شک کرنے والے وہ ہیں جن کو ہر چیز پر شک ہوتا ہے اور تجویری کی تحقیق بھی یہی ہے کہ یہ کتاب امام احمد کی ہے اور قدماء حنابلہ کی بھی

طبقات حنابلہ میں امام احمد کے شاگرد مہنا بن يَحْيَى الشامی کہتے ہیں

کتبه أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَد بن محمد بْنِ حنبل إلى قوم صلّى معهم بعض الصلوات.

اس کتاب کو امام احمد نے ایک قوم کے لئے لکھا جو ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے

کتاب امام احمد سے ثابت ہے کیونکہ اس میں جو الفاظ ہیں وہی حنبلیوں نے اپنی کتابوں میں امام احمد سے منسوب کیے ہیں-اس پر محقق أَبُو عَبْدِ اللهِ، إبْرَاهِيمُ بنُ رَجَا الشمّريّ نے ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب امام احمد کی ہی ہے

اس طرح ثابت ہوا کہ یہ کتاب حنبلیوں میں چلی آئی ہے اس کی نسبت امام احمد سے ثابت ہے اور امام الذھبی کی رائے کو بلا دلیل نہیں لیا جا سکتا

تذکرہ کتاب الرد على الجهمية

اِس نام کی امام احمد کی ایک کتاب تھی- پانچویں صدی تک لوگ اس کو مانتے تھے لیکن آٹھویں صدی میں لوگوں نے اس کا انکار کیا مثلا سیر الاعلام النبلا میں امام الذھبی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے اس پر محقق شعیب الأرناؤوط کہتے ہیں

يرى الذهبي المؤلف أن كتاب ” الرد على الجهمية ” موضوع على الامام أحمد.

وقد شكك أيضا في نسبة هذا الكتاب إلى الامام أحمد بعض المعاصرين في تعليقه على ” الاختلاف في اللفظ، والرد على الجهمية ” لابن قتيبة.

ومستنده أن في السند إليه مجهولا، فقد رواه أبو بكر

غلام الخلال، عن الخلال، عن الخضر بن المثنى، عن عبد الله بن أحمد، عن أبيه … والحضر بن المثنى هذا مجهول، والرواية عن مجهول مقدوح فيها، مطعون في سندها.

وفيه ما يخالف ماكان عليه السلف من معتقد، ولا يتسق مع ما جاء عن الامام في غيره مما صح عنه وهذا هو الذي دعا الذهبي هنا إلى نفي نسبته إلى الامام أحمد ومع ذلك فإن غير واحد من العلماء قد صححوا نسبة هذا الكتاب إليه، ونقلوا عنه، وأفادوا منه، منهم القاضي أبو يعلى، وأبو الوفاء بن عقيل، والامام البيهقي، وابن تيمية، وتلميذه ابن القيم، وتوجد من الكتاب نسخة خطية في ظاهرية دمشق، ضمن مجموع رقم (116) ، وهي تشتمل على نص ” الرد على الجهمية ” فقط، وهو نصف الكتاب، وعن هذا الأصل نشر الكتاب في الشام، بتحقيق الأستاذ محمد فهر الشقفة.

لب لباب یہ ہے کہ شعیب الأرناؤوط نے کہا

اس کو موضوع اس لئے کہا گیا کہ اس کتاب کی سند میں ایک مجھول الحضر بن المثنی ہے …. لیکن القاضی اِبو یعلی، وإبو الوفاء بن عقیل، والامام البیھقی، وابن تیمیۃ، و تلمیذہ ابن القیم، وغیرہ نے اس کو امام احمد کی کتاب مانا ہے

یعنی شعیب کی رائے میں یہ امام احمد کی ہی کتاب ہے الذھبی کی رائے سے انہوں نے موافقت نہیں کی

امام الشافعی کا امام احمد کی قمیص کا دھون پینا

غالییوں نے مشہور کیا کہ امام الشافعی، امام احمد کے اس قدر معتقد تھے کہ ان کی قمیص کا دھون پیتے تھے۔
شذرات الذہب فی إخبار من ذہب میں ہے

(3/ 188)

قال الرّبيع: كتب إليه الشّافعيّ من مصر، فلما قرأ الكتاب بكى، فسألته عن ذلك فقال: إنه يذكر أنه رأى النّبيّ- صلى الله عليه وسلم- وقال: «اكتب إلى أبي عبد الله أحمد بن حنبل واقرأ عليه مني السّلام وقل له: إنك ستمتحن على القول بخلق القرآن فلا تجبهم، نرفع لك علما إلى يوم القيامة» .

قال الربيع: فقلت له: البشارة، فخلع عليّ قميصه وأخذت جوابه، فلما قدمت على الشافعيّ وأخبرته بالقميص قال: لا نفجعك فيه ولكن بلّه وادفع إليّ ماءه حتّى أكون شريكا لك فيه.

امام شافعی رحمہ اللہ نے لکھا تھا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ احمد کو میرا سلام کہو...اور انہیں اطلاع دو کہ عن قریب خلقِ قرآن کے مسئلے میں ان کی آزمائش ہو گی... خبر دار خلقِ قرآن کا اقرار نہ کریں...اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کے علم کو قیامت تک برقرار رکھیں گے۔

خط پڑھ کر امام احمد رونے لگے۔ پھر اپنا کرتا اُتار کر مجھے دیا۔ میں اسے لے کر مصر واپس آگیا اور امام شافعی رحمہ اللہ سے سفر کے حالات بیان کیے۔ اس کے کرتے کا بھی ذکر کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے سن کر فرمایا

میں وہ کرتا تو تم سے نہیں مانگتا...ہاں اتنا کرو کہ اسے پانی میں تر کر کے وہ پانی مجھے دے دو...تاکہ میں اس سے برکت حاصل کروں۔

شذرات الذہب فی إخبار من ذہب از عبد الحي بن أحمد بن محمد ابن العماد العَكري الحنبلي، أبو الفلاح (المتوفى: 1089هـ) نامی کتاب میں یہ قول ہے جس کی سند نہیں ہے

البتہ کتاب المنحة إمام أحمد أز المقدسي اور مناقب إمام أحمد أز ابن جوزي میں اس کی سند ہے

أخبرنا عبد الملك بن أبي القاسم، قال: أخبرنا عبد الله بن محمد الأنصاري، قال: أخبرنا غالب بن علي، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: حدثنا محمد بن عبد الله بن شاذان، قال: سمعت أبا القاسم بن صدقة، يقول: سمعت علي بن عبد العزيز الطلحي، قال: قال لي الربيع: قال لي الشافعي: يا ربيع، خذ كتابي وامض به وسلمه إلى أبي عبد الله أحمد بن حنبل، وأتني بالجواب، قال الربيع: فدخلت بغداد ومعي الكتاب، فلقيت أحمد بن حنبل صلاة الصبح، فصليت معه الفجر، فلما انفتل من المحراب، سلمت إليه الكتاب، وقلت له: هذا كتاب أخيك الشافعي من مصر. فقال أحمد: نظرت فيه؟ قلت: لا، فكسر أحمد الخاتم، وقرأ الكتاب فتغرغرت عيناه بالدموع، فقلت له: أي شيء فيه يا أبا عبد الله؟ فقال: يذكر أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، فقال له: اكتب إلى أبي عبد الله أحمد بن حنبل، واقرأ عليه مني السلام، وقل: إنك ستمتحن وتدعى إلى خلق القرآن، فلا تجبهم يرفع الله لك علماً إلى يوم القيامة.

قال الربيع: فقلت: البشارة، فخلع قميصه الذي يلي جلده، فدفعه إلي فأخذته وخرجت إلى مصر، وأخذت جواب الكتاب، وسلمته إلى الشافعي، فقال لي: يا ربيع، أي شيء الذي دفع إليك؟ قلت: القميص الذي يلي جلده. فقال لي الشافعي: ليس نفجعك به، ولكن بله، وادفع إلينا الماء حتى أشركك فيه.

تاریخ دمشق میں اس کی سند ہے

أخبرني أبو المظفر عبد المنعم بن عبد الكريم القشيري أنا أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي أنا أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين (1) بن محمد بن موسى قراءة عليه قال سمعت محمد بن عبد الله بن شاذان يقول سمعت أبا القاسم بن صدقة يقول سمعت علي بن عبد العزيز الطلحي يقول قال لي الربيع إن الشافعي خرج إلى مصر وأنا معه فقال لي يا ربيع خذ كتابي هذا فامض به وسلمه إلى أبي عبد الله أحمد بن حنبل وائتني بالجواب قال الربيع فدخلت بغداد ومعي الكتاب فلقيت أحمد بن حنبل صلاة الصبح فصليت معه الفجر فلما انفتل من المحراب سلمت إليه الكتاب وقلت له هذا كتاب أخيك الشافعي من مصر فقال أحمد نظرت فيه قلت لا فكسر أبو عبد الله الختم وقرأ الكتاب وتغرغرت عيناه بالدموع فقلت إيش فيه يا أبا عبد الله قال يذكر أنه رأى النبي (صلى الله عليه وسلم) في النوم فقال له اكتب إلى أبي عبد الله أحمد بن حنبل واقرأ عليه مني السلام وقل إنك ستمتحن وتدعى إلى خلق القرآن فلا تجبهم فسيرفع الله لك علما إلى يوم القيامة قال الربيع فقلت البشارة فخلع أحد قميصيه الذي يلي جلده ودفعه إلي فأخذته وخرجت إلى مصر وأخذت جواب الكتاب فسلمته إلى الشافعي فقال لي الشافعي يا ربيع إيش الذي دفع إليك قلت القميص الذي يلي جلده قال الشافعي ليس نفجعك به ولكن بله وادفع إلي الماء حتى أشركك فيه حدثناها أبو محمد عبد الجبار بن محمد بن أحمد الحواري البيهقي الفقيه إملاء بنيسابور نا الإمام أبو سعيد القشيري إملاء وهو عبد الواحد بن عبد الكريم أنا الحاكم أبو جعفر محمد بن محمد الصفار أنا عبد الله بن يوسف قال سمعت محمد بن عبد الله الرازي قال سمعت جعفر بن محمد

المالكي يقول قال الربيع بن سليمان إن الشافعي رحمه الله خرج إلى مصر فقال لي يا ربيع خذ كتابي هذا فامض

علي بن عبد العزيز الطلحي کا معلوم نہیں ہو سکا کون ہے

اس کے علاوہ محمد بن عبد الله بن عبد العزيز بن شاذان الصُّوفِي الرازي: ليس بثقة. ہے

محمَّد بن الحسين بن محمَّد بن موسى صوفی انسان تھے امام بیہقی اور حاکم کے شیخ ہیں بحوالہ السَّلْسَبِيلُ النَّقِي فی تَرَاجِمِ شيُوخ البَيهَقِيّ اور الرّوض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم ۔ تاریخ بغداد کے مطابق یہ غیر ثقہ ہے

اسی طرح کے قول کا ذکر بدر الدین عینی نے عمدہ القاری میں بھی کیا ہے

وَأخْبرنِي الْحَافِظ أَبُو سعيد ابْن العلائي قَالَ: رَأَيْت فِي كَلَام أَحْمد بن حَنْبَل فِي جُزْء قديم عَلَيْهِ خطّ ابْن نَاصِر وَغَيره من الْحفاظ، أَن الإِمَام أَحْمد سُئِلَ عَن تَقْبِيل قبر النَّبِي، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وتقبيل منبره، فَقَالَ: لَا بَأْس بذلك، قَالَ: فأريناه للشَّيْخ تَقِيّ الدّين بن تَيْمِية فَصَارَ يتعجب من ذَلِك، وَيَقُول: عجبت أَحْمد عِنْدِي جليل يَقُوله؟ هَذَا كَلَامه أَو معنى كَلَامه؟ وَقَالَ: وَأي عجب فِي ذَلِك وَقد روينَا عَن الإِمَام أَحْمد أَنه غسل قَمِيصًا للشَّافِعِيّ وَشرب المَاء الَّذِي غسله بِهِ، وَإِذا كَانَ هَذَا تَعْظِيمه لأهل الْعلم فَكيف بمقادير الصَّحَابَة؟ وَكَيف بآثار الْأَنْبِيَاء، عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام؟

الْحَافِظ أَبُو سعيد ابْن العلائی نے خبر دی کہ انہوں نے احمد کی ایک قدیم تحریر میں دیکھا کہ ان سے سوال ہوا کہ کیا قبر نبی کو بوسہ دیا جا سکتا ہے؟ امام احمد نے کہا کوئی برائی نہیں پس ہم نے یہ قول ابن تیمیہ کو دکھایا تو ان کو تعجب ہوا اور کہا کسی عجیب بات احمد نے کی؟ کیا یہ احمد کا ہی کلام ہے یا کسی نے اس پر کہا ہے –

اس پر کہا گیا کہ اس میں کیا عجیب بات ہے جب یہ روایت بھی کیا گیا ہے کہ احمد نے امام شافعی کی قمیص کو دھویا اور اس کا دھون پیا تو یہ تھی اہل علم کی تعظیم

لگتا ہے عربوں نے اماموں کو چڑھانے کے لئے اس قسم کے قول گھڑے کہ لوگ ایک دوسرے کی قمیصوں کا دھون پیتے تھے

امام یحییٰ ابن معین کا امام احمد پر لعنت کرنا

امام احمد اور امام یحییٰ بن معین کا عبد الرّحمٰن بن مہدی اور وکیع بن الجراح پر اختلاف تھا کہ کون زیادہ بہتر ہے

اَبُو سعید العَنبری عبد الرّحمٰن بن مہدی المتوفی ۱۹۸ھ کے لئے امام احمد نے کہا

قَالَ أَحْمد ابْن حَنْبَل هُوَ أفقه من يحيى بن سعيد وَإِذا اخْتلف هُوَ ووكيع فَابْن مهْدي أثبت لِأَنَّهُ أقرب عهدا بِالْكتاب

احمد نے کہا کہ وہ یحییٰ بن سعید سے زیادہ فقیہ تھے اور جب ان کا اور وکیع کا اختلاف تو ابن مہدی ثبت ہیں کیونکہ ان کا عہد کتاب کے قریب ہے

امام احمد کا یہ قول تاریخ دمشق، تاریخ البغداد اور سیر الاعلام النبلاء میں موجود ہے اور کتاب بحر الدم میں بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب امام یحییٰ ابن معین کو امام احمد کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے کہا

الدوری تاریخ ابن معین میں کہتے ہیں

سَمِعت يحيى وَذكر لَهُ عبد الرَّحْمَن بن مهْدي ووكيع فَقَالَ لَهُ رجل قوم يقدمُونَ عبد الرَّحْمَن بن مهْدي فَقَالَ يحيى من قدم عبد الرَّحْمَن على وَكِيع فَدَعَا عَلَيْهِ فَعَلَيهِ لعنة الله وَالْمَلَائِكَة وَالنَّاس أَجْمَعِينَ

میں نے یحییٰ ابن معین کو سنا اور ان سے ذکر ہوا عبد الرّحمٰن بن مہدی اور وکیع کا کہ ان کی قوم میں ایک شخص عبد الرّحمٰن بن مہدی کو آگے کرتا ہے (یعنی عبد الرّحمٰن بن مہدی کو وکیع پر فوقیت دیتا ہے) تو یحییٰ نے کہا جو عبد الرّحمٰن بن مہدی کو وکیع پر فوقیت دے اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام انسانیت کی لعنت ہو

ابن ابی خَیثَمَۃ بھی یہی قول ابن معین سے نقل کرتے ہیں

مسئلہ خلق القرآن پر بخاری و احمد کا اختلاف

مسئلہ لفظ میں امام احمد کوئی رائے نہیں رکھتے تھے بلکہ اس مسئلہ میں رائے کے سخت خلاف تھے۔ امام بخاری اس کے بر عکس رائے رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ کرتے تھے ان کے نزدیک منہ سے تلاوت کے دوران ادا ہونے والے قرآن کے الفاظ اور اس کی آواز مخلوق تھے۔امام احمد اس پر کوئی بھی رائے رکھنے والے کو جہمی کہتے تھے

امام بخاری نے امام احمد کے ساتھ یہ رویہ کیوں اختیار کیا واضح نہیں لیکن شاید یہ امام احمد کا امام بخاری کے خلاف فتوی ہو

امام احمد کے اپنے بیٹے عبد اللہ بن احمد اپنی کتاب السنۃ میں لکھتے ہیں

سألت أبي رحمه الله قلت : ما تقول في رجل قال : التلاوة مخلوقة وألفاظنا بالقرآن مخلوقة والقرآن كلام الله عز وجل وليس بمخلوق ؟ وما ترى في مجانبته ؟ وهل يسمى مبتدعا ؟ فقال : » هذا يجانب وهو قول المبتدع ، وهذا كلام الجهمية ليس القرآن بمخلوق

میں نے اپنے باپ احمد سے پوچھا: آپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ہمارے الفاظ مخلوق ہیں اور قرآن اللہ عزوجل کا کلام غیر مخلوق ہے۔اس کے قریب جانے پر آپ کیا کہتے ہیں اور کیا اس کو بدعتی کہا جائے گا؟ امام احمد نے جواب میں کہا اس سے دور رہا جائے اور یہ بدعت والوں کا قول ہے اور الجمیۃ کا قول ہے۔قرآن مخلوق نہیں

یہاں شخص سے مراد امام بخاری میں کیونکہ یہ ان ہی کا موقف تھا کا الفاظ قرآن مخلوق ہیں تلاوت مخلوق ہے لیکن قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے

ساکن بغداد ہونے کی وجہ سے مسئلہ خلق قرآن پر عباسی خلفاء کی خاص توجہ امام احمد پر مذکور رہی۔ امام احمد اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔اس بنا پر اپنے زمانے میں بہت مشہور ہوئے اور پھر اسی شہرت کے سحر کے زیر اثر امام بخاری کو بد عقیدہ تک قرار دیا

امّت کو امام احمد کی شخصیت پرستی سے نکلنے کے لئے امام بخاری نے کتاب خلق اِفعال العباد لکھی جس میں نہ صرف معتزلہ بلکہ امام احمد کے موقف سے ہٹ کر وضاحت کی گئی

بندوں کی تلاوت مخلوق ہے

امام بخاری، تلاوت جو ہم کرتے ہیں اس کو مخلوق کا فعل کہتے تھے. کتاب کا نام ہی خلق افعال العبآد یعنی بندوں کے افعال کی تخلیق رکھا امام بخاری کتاب میں کہتے ہیں

١٧٣ ـ وقال النبيّ ﷺ: «يخرج قوم تحقرون أعمالكم مع أعمالهم يقرؤون القرآن»، فبين أن قراءة القرآن هي العمل(٩).

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قوم نکلے گی جو تمہارے عمل کو اپنے اعمال سے حقیر جانیں گے پس اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ قرآن کی قرات ایک عمل ہے

امام بخاری اور امام احمد دونوں قرآن کو کلام اللہ غیر مخلوق کہتے تھے لیکن بخاری کہتے ہیں قرآن اللہ کا کلام ہے اور قرات بندے کا فعل ہے

عربی زبان مخلوق ہے

بخاری خلق افعال العباد میں باب باندھتے ہیں

باب قول الله تعالى { فأتوا بالتوراة فاتلوها إن كنتم صادقين } قال ومن آياته خلق السماوات و الأرض واختلاف ألسنتكم و ألوانكم فمنها العربي ومنها العجمي فذكر اختلاف الألسنة والألوان وهو كلام العباد

باب اللہ تعالی کا قول پس جاؤ تورات لے آو اس کی قرات کرو اگر سچے ہو. اللہ نے کہا اور اس کی نشانیوں میں سے ہے زبانوں کا اختلاف اور رنگوں کا پس کوئی عربی ہے کوئی عجمی ہے پس اللہ نے زبان اور رنگوں کے اختلاف کا ذکر کیا اور وہ بندوں کا کلام ہے

بخاری کہنا چاہ رہے ہیں کہ قرآن کے علاوہ تورات بھی اللہ کا کلام ہے جو عربی میں نہیں اور یہ زبانوں کا اختلاف اللہ نے پیدا یا خلق کیا ہے. عربی زبان مخلوق ہے

قرآن اللہ کا علم ہے وہ غیر مخلوق ہے لیکن عربی زبان مخلوق ہے

یاد رہے کہ حدیث کے مطابق قرآن قریش (مکہ) کی زبان میں نازل ہوا ہے اور اختلاف قرات کے مسئلہ پر، جمع قرآن کے وقت قریش کی زبان کو ترجیح دی گئی تھی

کتاب کے آخر میں بخاری نے نہ صرف قرآن بلکہ تورات اور انجیل کا بھی ذکر کیا جو عربی میں نازل نہیں ہوئیں لیکن تورات و انجیل بھی اللہ کا کلام ہیں غیر مخلوق ہیں

اب دوبارہ امام احمد کا نقطہ نظر دیکھئے- امام احمد کے اپنے بیٹے عبد للہ بن احمد اپنی کتاب السنۃ میں لکھتے ہیں

سألت أبي رحمه الله قلت : ما تقول في رجل قال : التلاوة مخلوقة وألفاظنا بالقرآن مخلوقة والقرآن كلام الله عز وجل وليس بمخلوق ؟ وما ترى في مجانبته ؟ وهل يسمى مبتدعا ؟ فقال : » هذا يجانب وهو قول المبتدع ، وهذا كلام الجهمية ليس القرآن بمخلوق

میں نے اپنے باپ احمد سے پوچھا: آپ کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ہمارے الفاظ مخلوق ہیں اور قرآن اللہ عز وجل کا کلام غیر مخلوق ہے؟ –اس کے قریب جانے پر آپ کیا کہتے ہیں اور کیا اس کو بدعتی کہا جائے گا؟ امام احمد نے جواب میں کہا اس سے دور رہا جائے اور یہ بدعت والوں کا قول ہے اور الجہمیۃ کا قول ہے- قرآن مخلوق نہیں

ابن تیمیہ فتوی ج ۷ ص ٦٦٠ مجموع الفتاوی مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية میں دعوی کرتے ہیں سلف میں کس نے نہیں کہا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں

وَلَا قَالَ أَحْمَد بْنُ حَنْبَلٍ وَلَا أَحَدٌ مِنْ السَّلَفِ أَنَّ شَيْئًا مِنْ صِفَاتِ الْعَبْدِ وَأَفْعَالِهِ غَيْرُ مَخْلُوقَةٍ وَلَا صَوْتِهِ بِالْقُرْآنِ وَلَا لَفْظِهِ بِالْقُرْآنِ

اور امام احمد اور سلف میں کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ بندے کی صفات اور افعال غیر مخلوق ہیں اور نہ قرآن کی آواز (قرات) اور اس کے لفظ

امام الأشْعَرِيّ کہتے تھے کہ امام احمد قرآن کے الفاظ کو مخلوق کہنے سے کراہت کرتے تھے۔ ابن تیمیہ فتوی ج ۷ ص ٦٥٩ میں لکھتے ہیں

وَصَارَ بَعْضُ النَّاسِ يَظُنُّ أَنَّ الْبُخَارِيَّ وَهَؤُلَاءِ خَالَفُوا أَحْمَد بْنَ حَنْبَلٍ وَغَيْرَهُ مِنْ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ وَجَرَتْ لِلْبُخَارِيِّ مِحْنَةٌ بِسَبَبِ ذَلِكَ حَتَّى زَعَمَ بَعْضُ الْكَذَّابِينَ أَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمَّا مَاتَ أَمَرَ أَحْمَد بْنُ حَنْبَلٍ أَلَّا يُصَلَّى عَلَيْهِ وَهَذَا كَذِبٌ ظَاهِرٌ فَإِنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْبُخَارِيَّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – مَاتَ بَعْدَ أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ بِنَحْوِ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَإِنَّ أَحْمَد بْنَ حَنْبَلٍ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – تُوُفِّيَ سَنَةَ إحْدَى وَأَرْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ وَتُوُفِّيَ الْبُخَارِيُّ سَنَةَ سِتٍّ وَخَمْسِينَ وَمِائَتَيْنِ وَكَانَ أَحْمَد بْنُ حَنْبَلٍ يُحِبُّ الْبُخَارِيَّ وَيُجِلُّهُ وَيُعَظِّمُهُ وَأَمَّا تَعْظِيمُ الْبُخَارِيِّ وَأَمْثَالِهِ لِلْإِمَامِ أَحْمَد فَهُوَ أَمْرٌ مَشْهُورٌ وَلَمَّا صَنَّفَ الْبُخَارِيُّ كِتَابَهُ فِي خَلْقِ أَفْعَالِ الْعِبَادِ وَذَكَرَ فِي آخِرِ الْكِتَابِ أَبْوَابًا فِي هَذَا الْمَعْنَى؛ ذَكَرَ أَنَّ كُلًّا مِنْ الطَّائِفَتَيْنِ الْقَائِلِينَ: بِأَنَّ لَفْظَنَا بِالْقُرْآنِ مَخْلُوقٌ وَالْقَائِلِينَ بِأَنَّهُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ يُنْسَبُونَ إلَى الْإِمَامِ أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ

وَيَدَّعُونَ أَنَّهُمْ عَلَى قَوْلِهِ وَكِلَا الطَّائِفَتَيْنِ لَمْ تَفْهَمْ دِقَّةَ كَلَامِ أَحْمَد – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -. وَطَائِفَةٌ أُخْرَى: كَأَبِي الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيِّ وَالْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الطَّيِّبِ وَالْقَاضِي أَبِي يَعْلَى وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ يَقُولُونَ إنَّهُمْ عَلَى اعْتِقَادِ أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ وَأَئِمَّةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ قَالُوا: أَحْمَد وَغَيْرُهُ كَرِهُوا أَنْ يُقَالَ: لَفْظِي بِالْقُرْآنِ؛ فَإِنَّ اللَّفْظَ هُوَ الطَّرْحُ وَالنَّبْذُ وَطَائِفَةٌ أُخْرَى كَأَبِي مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ وَغَيْرِهِ مِمَّنْ يَقُولُ أَيْضًا: إنَّهُ مُتَّبِعٌ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ إلَى غَيْرِ هَؤُلَاءِ مِمَّنْ يَنْتَسِبُ إلَى السُّنَّةِ وَمَذْهَبُ الْحَدِيثِ يَقُولُونَ إنَّهُمْ

عَلَى اعْتِقَادِ أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ وَنَحْوِهِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَهُمْ لَمْ يَعْرِفُوا حَقِيقَةَ مَا كَانَ يَقُولُهُ أَئِمَّةُ السُّنَّةِ؛ كَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَأَمْثَالِهِ وَقَدْ بَسَطْنَا أَقْوَالَ السَّلَفِ وَالْأَئِمَّةِ: أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ وَغَيْرِهِ فِي غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ. وَأَمَّا الْبُخَارِيُّ وَأَمْثَالُهُ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ مِنْ أَعْرَفِ النَّاسِ بِقَوْلِ أَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ

بعض لوگوں نے گمان کیا کہ امام بخاری اور انھوں نے آئمہ السنہ احمد بن حنبل وغیرہ کی مخالفت کی – اسکی وجہ سے امام بخاری آزمائش میں مبتلا ہوئے – یہاں تک کہ بعض جھوٹے لوگوں نے دعویٰ کیا کہ امام بخاری کی جب وفات ہوئی تو احمد بن حنبل نے انکی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا – ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ ہے کیوں کہ ابو عبداللہ بخاری رحم اللہ نے احمد بن حنبل کے ۱۵ سال بعد وفات پائی – احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی ۲۴۱ھ میں اور امام بخاری کی ۲۵۷ میں وفات ہوئی ہے – احمد بن حنبل امام بخاری سے محبت کرتے اور انکی تعظیم اور تکریم کرتے تھے جبکہ امام بخاری اور انکی طرح دوسرے لوگوں کی امام احمد کی تعظیم کرنا مشہور معاملہ ہے – جب امام بخاری نے اپنی کتاب خلق افعال العباد تصنیف کی تو کتاب کے آخری ابواب میں اس معاملہ کا ذکر کیا – اس میں انھوں نے دونوں گروہوں کا موقف پیش کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ ہمارے وہ الفاظ جو ہم قرآن کی قرات کرتے ہیں وہ مخلوق ہیں اور انکا بھی جو ان کے غیر مخلوق ہونے کے قائل ہیں – اسکی نسبت امام احمد بن حنبل کی طرف کیا کرتے ہیں – اور اس گروہ کا دعویٰ ہے کہ وہ احمد بن حنبل کے قول پر ہیں – دونوں گروہ احمد رضی اللہ عنہ کی بات کی گہرائی کو نہ سمجھ سکے – ایک اور دوسرا گروہ ہے جس میں ابو الحسن اشعری، قاضی ابو بکر الطیب اور قاضی ابو یعلی وغیرہ شامل ہیں جن کا کہنا ہے کہ وہ احمد بن حنبل اور آئمہ السنہ والحدیث کے عقیدے پر ہیں انکا کہنا ہے کہ احمد وغیرہ لفظی بالقران کہے جانے سے کراہت کرتے تھے کیونکہ لفظ تو منہ سے نکال پھینکنے والی چیز ہے – ایک اور دوسرا گروہ جیسا کہ ابو محمد بن حزم وغیرہ ہیں جن کا کہنا بھی یہ ہے کہ وہ آئمہ السنہ احمد بن حنبل وغیرہ کے پیروکار ہیں اور وہ بھی جو اہل سنت اور مذھب اہل حدیث کی طرف نسبت نہیں کرتے – اس گروہ کا کہنا ہے وہ احمد بن حنبل اور اسی طرح دوسرے اہل سنت کے اعتقاد پر ہیں وہ لوگ آئمہ السنہ جیسے احمد بن حنبل – اور ان کی طرح دوسرے اہل سنت کی بات کی حقیقت نہ جان سکے

اور ہم نے تفصیل سے سلف اور آئمہ، احمد بن حنبل وغیرہ کے اقوال دوسری جگہ پیش کیے ہیں اور رہے امام بخاری اور انکی طرح دوسرے لوگ تو بے شک وہ اہل سنت میں سے احمد بن حنبل وغیرہ کے قول کو لوگوں میں سے زیادہ جاننے والے تھے

ابن تیمیہ کی نقص بھری تحقیق دیکھئے ایک طرف تو اتنے سارے لوگ کہہ رہے ہیں کہ امام احمد قرآن کے الفاظ کو بھی غیر مخلوق کہتے تھے اور پھر بخاری کی کتاب خلق افعال سب شاہد ہیں ان کے عقائد پر لیکن دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

بخاری تو واضح طور پر قرآن کی تلاوت کو مخلوق کہتے ہیں لیکن احمد تلاوت کو مخلوق کہنے والے کو جہمیہ کے مذھب پر بتاتے ہیں

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مضمون قرآن مخلوق نہیں اللہ کا کلام ہے میں لکھا

> تنبیہ: امام بخاری رحمہ اللہ سے "لفظي بالقرآن مخلوق" کا قول باسند صحیح ثابت نہیں ہے لہذا بجنوری وغیرہ نے اس سلسلے میں اُن کی طرف جو کچھ منسوب کیا ہے، وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔
>
> امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: " و القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق " اور قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ (خلق افعال العباد ص ۴۳ فقرہ: ۱۱۲)

راقم کہتا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے لیکن اس کی قرات بندوں کا عمل ہے یہ امام بخاری کا قول ہے اور لفظی بالقرآن کا یہی مطلب ہے کہ تلاوت میں جو حروف انسان منہ سے ادا کرے

امام بخاری کے لئے الذھبی کتاب سیر الاعلام النبلاء میں علی بن حجر بن آیاس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا البُخَارِيُّ، فَكَانَ مِنْ كِبَارِ الأَئِمَّةِ الأَذْكِيَاءِ، فَقَالَ: مَا قُلْتُ: أَلفَاظُنَا بِالقُرْآنِ مَخْلُوْقَةٌ، وَإِنَّمَا حَرَكَاتُهُم، وَأَصْوَاتُهُم وَأَفْعَالُهُم مَخْلُوْقَةٌ، وَالقُرْآنُ المَسْمُوْعُ المَتْلُوُّ المَلْفُوْظُ المَكْتُوْبُ فِي المَصَاحِفِ كَلاَمُ اللهِ، غَيْرُ مَخْلُوْقٍ

اور جہاں تک امام بخاری کا تعلق ہے تو وہ تو کبار ائمہ میں دانشمند تھے پس انہوں نے کہا میں نہیں کہتا ہے قرآن میں ہمارے الفاظ مخلوق ہیں بلکہ ان الفاظ کی حرکات اور آواز اور افعال مخلوق ہیں اور قرآن جو سنا جاتا پڑھا جاتا الفاظ والا لکھا ہوا ہے مصاحف میں وہ کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے

ایک متعصب غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے کتاب دعوت قرآن کے نام پر قرآن و حدیث سے انحراف میں لکھا

امام بخاریؒ پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ "لفظی بالقرآن مخلوق" کے قائل ہیں امام بخاریؒ نے اس کی تردید کے لئے کتاب خلق افعال العباد تصنیف فرمائی اور اس میں وضاحت فرمائی کہ جو میری طرف اس بات کو منسوب کرتا ہے کہ میں "لفظی بالقرآن مخلوق" کا قائل ہوں تو وہ جھوٹا ہے۔ البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ان لوگوں کا رد کیا جو تلاوت 'متلو' القرائت اور مقروء کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ دراصل "لفظی بالقرآن مخلوق" کا قول الحسین بن علی الکرابیسی کا ہے جب اہل علم نے اس کا یہ قول

کتاب سیر الاعلام النبلاء میں ہِشَامَ بنَ عَمَّارٍ کے ترجمہ میں الذھبی وہی بات کہتے ہیں جو امام بخاری کہتے

وَلاَ رَيْبَ أَنَّ تَلَفُّظَنَا بِالقُرْآنِ مِنْ كَسْبِنَا، وَالقُرْآنُ المَلْفُوْظُ المَتْلُوُّ كَلاَمُ اللهِ -تَعَالَى- غَيْرُ مَخْلُوْقٍ، وَالتِّلاَوَةُ وَالتَّلَفُّظُ وَالكِتَابَةُ وَالصَّوتُ بِهِ مِنْ أَفْعَالِنَا، وَهِيَ مَخْلُوْقَةٌ – وَاللهُ أَعْلَمُ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا ہمارا تلفظ ہمارا کسب (کام) ہے اور قرآن الفاظ والا پڑھا جانے والا کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے اور اس کی تلاوت اور تلفظ اور کتابت اور آواز ہمارے افعال ہیں اور یہ مخلوق ہیں واللہ اعلم

الذھبی کے مطابق لفظی بالقرآن کا مسئلہ الکرابیسی نے پیش کیا الذھبی، الکَرَابِیْسِیُّ أَبُو عَلِیٍ الحُسَیْنُ بنُ عَلِیّ بنِ یَزِیْدَ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَلَا رَیْبَ اِنَّ مَا ابْتَدَعَہُ الکَرَابِیْسِیُّ، وَحَرَّرَہُ فِی مَسْأَلَۃِ التَّلَفُّظِ، وَاَنَّہُ مَخْلُوْقٌ ہُوَ حَقٌّ

اور اس میں شک نہیں کہ الکرابیسی نے جو بات شروع کی اور مسئلہ تلفظ کی تدوین کی کہ یہ مخلوق ہے یہ حق تھا

الذھبی سیر الاعلام النبلا میں احمد بن صالح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَإِنْ قَالَ: لَفْظِي، وَقَصَدَ بِهِ تَلَفُّظِي وَصَوتِي وَفِعْلِي أَنَّهُ مَخْلُوْقٌ، فَهَذَا مُصِيبٌ، فَاللهُ -تَعَالَى- خَالِقُنَا وَخَالِقُ أَفْعَالِنَا وَأَدَوَاتِنَا، وَلَكِنَّ الكَفَّ عَنْ هَذَا هُوَ السُّنَّةُ، وَيَكفِي المَرْءَ أَنْ يُؤمِنَ بِأَنَّ القُرْآنَ العَظِيْمَ كَلاَمُ اللهِ وَوَحْيُهُ وَتَنْزِيْلُهُ عَلَى قَلْبِ نَبِيِّهِ، وَأَنَّهُ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ

اور اگر یہ کہے کہ لفظی ہے اور مقصد قرآن کا تلفظ اسکی آواز اور اس پر فعل ہو کہ یہ مخلوق ہے۔تو یہ بات ٹھیک ہے۔پس کیونکہ اللہ تعالی ہمارا خالق ہے اور ہمارے افعال کا بھی اور لکھنے کے ادوات کا بھی لیکن اس سے روکنا سنت ہے اور آدمی کے لئے کافی ہے قرآن عظیم پر ایمان لائے کلام اللہ کے طور پر اس کی الوحی پر اور قلب نبی پر نازل ہونے پر اور یہ بے شک غیر مخلوق ہے

کتاب تذکرہ الحفاظ میں ابن الأخرم الحافظ الإمام أبو جعفر محمد بن العباس بن أیوب الأصبہانی کے ترجمہ میں الذھبی لکھتے ہیں ابن آخرم کہا کرتے

من زعم أن لفظه بالقرآن مخلوق فهو كافر فالظاهر أنه أراد بلفظ الملفوظ وهو القرآن المجيد المتلو المقروء المكتوب المسموع المحفوظ في الصدور ولم يرد اللفظ الذي هو تلفظ القارئ؛ فإن التلفظ بالقرآن من كسب التالي والتلفظ والتلاوة والكتابة والحفظ أمور من صفات العبد وفعله وأفعال العباد مخلوقة

جس نے یہ دعوی کیا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں وہ کافر ہے پس ظاہر ہے ان کا مقصد ہے کہ جو ملفوظ الفاظ قرآن کے ہیں جس کو پڑھا جاتا ہے جو کتاب سنی جاتی ہے اور محفوظ ہے سینوں میں ـــ اور ان کا

مقصد تلفظ نہیں ہے جو قاری کرتا ہے کیونکہ قرآن کا تلفظ کرنا کام ہے اور اس کا تلفظ اور کتابت اور حفظ اور امور یہ بندے کی صفات ہیں اس کے افعال ہیں اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں

امام احمد لفظی بالقرآن کا مسئلہ سنتے ہی جھمی جھمی کہنا شروع کر دیتے

الکَرَابِیْسِیُّ أَبُو عَلِيٍّ الحُسَيْنُ بنُ عَلِيِّ بنِ يَزِيْدَ کے ترجمہ میں کتاب سیر الاعلام النبلاء از الذھبی کے مطابق امام یحییٰ بن معین کو امام احمد کی الکرابیسی کے بارے میں رائے پہنچی

وَلَمَّا بَلَغَ يَحْيَى بنَ مَعِيْنٍ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَحْمَدَ، قَالَ: مَا أَحْوَجَهُ إِلَى أَنْ يُضْرَبَ، وَشَتَمَهُ

اور جب امام ابن معین تک پہنچا کہ امام احمد الکرابیسی کے بارے میں کلام کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ میں اس کو ماروں یا گالی دوں

امام الذھبی بھی کہہ رہے ہیں امام الکرابیسی صحیح کہتے تھے

معلوم ہوا کہ امام کرابیسی کا عقیدہ وہی تھا جو امام بخاری کا تھا اور ان دونوں کا موقف احمد سے جدا تھا

تبرکات کے حوالے سے امام احمد کا غلو

امام احمد کے ساتھ سن ۲۱۹ ھ میں دربار خلیفہ معتصم میں کیا برتاؤ ہوا؟ اس کے حوالے سے احمد کے شاگرد حنبل بن اسحاق نے ایک کتاب گھڑی جس کو المنحہ امام احمد کہا جاتا ہے- اس میں امام احمد کے مرنے کے بعد بیان کیا گیا کہ احمد نے حنبل بن اسحٰق کو بیان کیا کہ دربار میں کیا کلام ہوا کس طرح کوڑے لگے وغیرہ- راقم سمجھتا ہے کتاب جھوٹ ہے کیونکہ اس میں امام احمد کہتے ہیں خلق قرآن کا قائل کافر ہے اور پھر عباسی خلیفہ جو اسی کا قائل ہے اس کو امیر المومنین کہتے ہیں

امام احمد نے جیل میں اور کوڑے کھانے کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قمیص میں باندھ رکھے تھے جو ان کو کسی نے جیل میں دیے؟ یہ کتاب پوری فسانہ عجائب ہے- عباسی خلفاء کے دور تک نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار معلوم تھی نہ جوتی معلوم تھی نہ بال معلوم تھے- ان بالوں کو بعد میں احمد کی قبر میں بھی رکھا گیا- کتاب المنحہ امام احمد مین مشہور محدثین مثلا امام یحیٰی بن معین، امام علی المدینی اور ابن سعد پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے معتزلہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور اپنے خلق قرآن کے موقف سے رجوع کیا جبکہ بغداد میں صرف امام احمد تھے جو ڈٹے رہے

امام احمد کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال تھے اس کا ذکر حنبل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ جب خلق قرآن کے مسئلہ پر الخلیفۃ المعتصم کی طرف سے امام احمد کو کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا تو اس وقت

کتاب التعریف بکتاب محنۃ الإمام إحمد بن حنبل از محمد نغش کے مطابق

قال أبو عبد الله: وأنا أنظر، وكان معي شعر النبي [صلى الله عليه وسلم] أعطانيه ابن الفضل بن الربيع، وكان في صرة من قميص، فقال: انزعوا عنه قميصه ولا تخرقوه، ثم قال:

ما هذا في ثوبه؟ فقالوا لي: ما هذا في ثوبك؟ قلت: هذا شعر من شعر النبي صلى الله عليه وسم

امام احمد نے کہا اور میں دیکھ رہا تھا اور میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال تھے جو الفضل بن الربیع نے دیے تھے اور وہ میری قمیص کے بٹوے میں تھے عباسیوں نے کہا اس کی قمیص اتار و اور اس کو خراب نہ کرو پھر پوچھا یہ تمہارے کپڑے میں کیا ہے؟ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال ہیں

شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں

قال: وقد کانَ صار الیّ شعرٌ من شعرِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی کُمّ قمیصی، فوجّہَ الیّ اسحاقُ بنُ ابراہیمَ، یقول: ماہٰذاالمصرور؟ قلّت شعرٌ من شعر رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسعی بعضھم لیخرق القمیص عنّی، فقال المعتصم لاتخرقوہ، فنزع، فظننت اِنہ انما دُرِیَٔ عن القمیصِ الخرقُ بالشعر. (سیر اِعلام النبلاء، ص:۴۸۱، ج:۹)

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک میں سے چند موئے مبارک مجھے حاصل ہوئے تھے، جو میرے کُرتے کی آستین میں تھے، اسحاق بن ابراہیم میرے پاس آکر کہنے لگا: یہ بندھی (رکھی) ہوئی چیز کیا ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ہیں، خلیفہ کے آدمیوں میں سے ایک میرا کُرتا پھاڑنے کے لیے لپکا، تو معتصم نے کہا: اس کو مت پھاڑو، پس کرتا اتار لیا گیا، (اِحمد نے کہا) میرے گمان میں موئے مبارک کی برکت کی وجہ سے کرتا پھاڑے جانے سے محفوظ رہا۔

الذھبی کتاب سیر االآعلام النبلاء میں لکھتے ہیں

الخَلاَّلُ: أَخْبَرَنِي عِصْمَةُ بنُ عِصَامٍ، حَدَّثَنَا حَنْبَلٌ، قَالَ: أَعطَى بَعْضُ وَلَدِ الفَضْلِ بنِ الرَّبِيْعِ أَبَا عَبْدِ اللهِ – وَهُوَ فِي الحَبْسِ – ثَلاَثَ شَعرَاتٍ، فَقَالَ: هَذِهِ مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-. فَأَوْصَى أَبُو عَبْدِ اللهِ عِنْدَ مَوْتِهِ أَنْ يُجعَلَ عَلَى كُلِّ عَيْنٍ شعرَةٌ، وَشَعرَةٌ عَلَى لِسَانِهِ، فَفُعِلَ ذَلِكَ بِهِ عِنْدَ مَوْتِه.

ابو بکر الخلال کہتے ہیں مجھ کو عِصْمَۃُ بن عِصَامٍ نے خبر دی کہ حنبل بن اسحاق نے کہا الفَضْلِ بنِ الرَّبِيْعِ کے کسی لڑکے نے امام احمد کو قید میں تین بال دیے اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں پس امام احمد نے وصیت کی کہ انکی موت پر ایک ایک بال ان کی آنکھوں پر اور ایک زبان پر رکھا جائے پس یہ انکی موت پر کیا گیا

امام احمد کا یہ عمل بدعت تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت یہ نہیں کہ مقدس اشیاء کو ضائع کیا جائے

یہ مشہور بات ہے کہ امام احمد کو کوڑے لگے اس کو مورخین نے قبول کیا ہے- تاریخ دمشق از ابن عساکر اور سیر اِعلام النبلاء از الذھبی کے مطابق

وَفِي رَمَضَانَ: كَانَتْ مِحْنَةُ الإِمَامِ أَحْمَدَ فِي القُرْآنِ، وضُرِبَ بِالسِّيَاطِ حَتَّى زَالَ عَقْلُهُ، وَلَمْ يُجِبْ، فَأَطْلَقُوْهُ

سن ۲۲۰ ہجری میں امام احمد کی آزمائش ہوئی اور اس میں کوڑے لگے یہاں تک کہ عقل چلی گئ

راقم اس قول کو قبول کرتا ہے – لگتا ہے عقائد میں اضطراب اسی بنا پر پیدا ہوا اور اس کے بعد امام احمد نے ان منکر عقائد کو بیان کرنا شروع کیا جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے

امام احمد نے منبر رسول سے تبرک لینے کے جواز کا فتوی دیا- امام الذھبی سیر الاعلام النبلاء میں احمد کے ترجمہ میں فرماتے ہیں

قَالَ عَبْدُ اللهِ بنُ أَحْمَدَ: رَأَيْتُ أَبِي يَأْخُذُ شَعرَةً مِن شَعرِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَيَضَعُهَا عَلَى فِيْهِ يُقبِّلُهَا.

وَأَحسِبُ أَنِّي رَأَيْتُهُ يَضَعُهَا عَلَى عَيْنِه، وَيَغْمِسُهَا فِي المَاءِ وَيَشرَبُه يَسْتَشفِي بِهِ.

ورَأَيْتُهُ أَخذَ قَصْعَةَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم- فَغَسلهَا فِي حُبِّ المَاءِ، ثُمَّ شَرِبَ فِيْهَا، وَرَأَيْتُهُ يَشْرَبُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ يَسْتَشفِي بِهِ، وَيَمسحُ بِهِ يَدَيْهِ وَوَجهَه.

أَيْنَ المُتَنَطِّعُ المُنْكِرُ عَلَى أَحْمَدَ، وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ سَأَلَ أَبَاهُ عَمَّنْ يَلمَسُ رُمَّانَةَ مِنبَرِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَيَمَسُّ الحُجْرَةَ النَّبَوِيَّةَ، فَقَالَ: لاَ أَرَى بِذَلِكَ بَأْساً. أَعَاذنَا اللهُ وَإِيَّاكُم مِنْ رَأْيِ الخَوَارِجِ وَمِنَ البِدَعِ

عبد اللہ بن احمد نے کہا : میں نے اپنے باپ کو دیکھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لیتے ان کو چومتے- اور یاد پڑتا ہے کہ وہ آنکھوں پر بھی رکھتے اور پانی میں کھول کر پیتے – اور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کٹورےکو لیا اس میں ایک مٹھی پانی ڈال کر اس کا دھون پیا .... امام الذھبی نے کہا میں کہتا ہوں : کدھر گیا وہ غالی منکر احمد ؟ اور بلا شبہ ثابت ہے عبد اللہ بن احمد سے کہ انہوں نے اپنے باپ سے سوال کیا منبر النبی کو چھوا جائے اور حجرہ النبی کو، تو احمد نے کہا میں اس میں برائی نہیں دیکھتا – اللہ ہم کو اور تم کو خوارج کی رائے سے اور بدعت سے بچائے

منکر احمد سے الذہبی کی مراد امام ابن تیمیہ ہیں جو تبرکات سے برکت کے حصول کو بدعت کہتے تھے

صحیح بخاری اور امام احمد سے رو گردانی

ابن خلفون کتاب شیوخ البخاری والمسلم میں لکھتے ہیں

و روى البخارى فى الجامع الصحيح عن احمد بن الحسن الترمذى عنه عن معتمر بن سليمان التيمى فى آخر المغازى بعد ذكر وفاة النبى صلى الله عليه وسلم -قال ابو نصر الكلاباذى و لم يحدث عنه البخارى نفسه فى الجامع بشىء و لا اورد من حديث فيه شيئا غير هذا الواحد الا ما لعله استشهد به فى بعض المواضع

قال محمد قال البخارى فى كتاب النكاح و قال لنا احمد بن حنبل ثنا

اور بخاری نے الجامع الصحیح میں ان (امام احمد) سے روایت نقل کی ہے احمد بن الحسن الترمذی سے معتمر بن سلیمان التیمی کے واسطے سے کتاب المغازی کے آخر میں

ابو نصر الکلاباذی کہتے ہیں ان سے بخاری نے فی نفسہ کچھ بھی الجامع صحیح میں روایت نہیں کیا سوائے اسکے اور بعض جگہ استشہاد کیا ہے، ابن خلفون کہتے ہیں بخاری کتاب النکاح میں کہتے ہیں قال لنا احمد بن حنبل

ابن خلفون یہ بھی کہتے ہیں[3]

و قد روى عنه فى غير الجامع غير شىء

اور امام احمد سے صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی کوئی روایت نہیں لی

---

[3] امام بخاری نے کتاب ادب المفرد، کتاب خلق أفعال العباد، قراة خلف ألإمام، میں احمد بن حنبل کی کوئی روایت نقل نہیں کی -

معلوم ہوا کہ بخاری نے امام احمد سے براہ راست روایت نقل نہیں کی اور بخاری نے کہیں بھی حدثنی یاحدثنا کہہ کر روایت نہیں لی جو تحدیث کے خاص لفظ ہیں

پہلا حوالہ

بخاری باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت لکھتے ہیں

حدثني أحمد بن الحسن حدثنا أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال حدثنا معتمر بن سليمان عن كهمس عن ابن بريدة عن أبيه قال : غزا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم ست عشرة غزوة

یہاں امام احمد اور امام بخاری کے درمیان احمد بن حسن ہیں جو ایک عجیب بات ہے اتنے مشہور امام سے صحیح میں صرف یہ ایک روایت سندا نقل کی اور اس میں بھی واسطہ رکھا

دوسرا حوالہ

باب مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ

وَقَالَ لَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِى حَبِيبٌ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ ، وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ . ثُمَّ قَرَأَ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ) الآيَةَ .

ہم سے احمد بن حنبل نے بیان کیا.. امام بخاری نے یہاں بھی قال لنا کے الفاظ سے ظاہر کیا ہے امام احمد نے یہ ایک مجمع میں سنائی نہ کہ خاص ان کو لہٰذا امام بخاری نے اپنے اپ کو امام احمد کے خاص شاگرد کی خصوصیت سے پاک رکھا

تیسرا حوالہ

حدثني محمد بن عبد الله الأنصاري قال حدثني أبي عن ثمامة عن أنس : أن أبا بكر رضي الله عنه لما استخلف كتب له وكان نقش الخاتم ثلاثة أسطر محمد سطر ورسول سطر و الله سطر

قال أبو عبد الله وزادني أحمد حدثنا الأنصاري قال حدثني أبي عن ثمامة عن أنس قال كان خاتم النبي صلى الله عليه و سلم في يده وفي يد أبي بكر بعده وفي يد عمر بعد أبي بكر فلما كان عثمان جلس على

بئر أريس قال فأخرج الخاتم فجعل يعبث به فسقط قال فاختلفنا ثلاثة أيام مع عثمان فننزح البئر فلم نجده

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر ہے کہ امام بخاری کہتے ہیں روایت پر وزادنی احمد کہ احمد نے اضافہ کیا لیکن یہ امام احمد بن حنبل ہی ہیں واضح نہیں کیا

چوتھا حوالہ

قال أبو عبد الله قال علي بن عبد الله سألني أحمد بن حنبل عن هذا الحديث قال فإنما أردت أن النبي صلى الله عليه و سلم كان أعلى من الناس فلا بأس أن يكون الإمام أعلى من الناس بهذا الحديث . قال فقلت إن سفيان بن عيينة كان يسأل عن هذا كثيرا فلم تسمعه منه ؟ قال لا

صحیح میں امام بخاری نے روایت بیان کی کہ امام نماز میں کہاں کھڑا ہو گا

اس کے بعد امام علی المدینی اور امام احمد کی گفتگو نقل کی اور امام علی نے امام احمد سے کہا کہ اس روایت کو سفیان نے کئی دفعہ بیان کیا تم نے سنا نہیں امام احمد نے کہا نہیں

ان چار مقامات پر امام بخاری نے امام احمد بن حنبل کا ذکر کیا ہے تو ظاہر ہے امام بخاری ان کو اپنا استاد ماننے کے لئے تیار نہیں

امام احمد کی مدح سرائی میں زبیر علی زئی کتاب تحقیق اصلاحی میں مضمون امام احمد کا مقام محد ثین کی نگاہ میں ، میں لکھتے ہیں

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''صحیح بخاری'' میں درج ذیل مقامات پر امام احمد رحمہ اللہ سے روایت لی ہے یا ذکر کیا ہے:

(ح ۳۷۷۲، ۲۱۰۸، ۴۴۷۳، ۵۱۰۵، ۵۸۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک امام احمد ثقہ وصدوق تھے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اسماء الرجال میں امام احمد کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری (۸۰، ۱۱۰، ۲۴۰، ۲۶۰، ۳۵۵) والتاریخ الکبیر (۲۹۱/۷...)

امام احمد صدوق تھے ؟ شاید موصوف کو پتا نہیں صدوق تو ثقاہت کا ادنی درجہ ہے. نہیں ! موصوف کو پتا ہے کہ امام بخاری نے صحیح میں صرف ایک جگہ سند اروایت لکھی ہے وہ بھی ایک راوی کو بیچ میں ڈالنے کے بعد

١٩ ـ أحمد بن محمد بن عبدالله بن حنبل أبو عبدالله، مَرْوَزِي الأصل.

توفي سنة إحدى وأربعين(٤).

سمع منه وروى عنه في كتابه عن أحمد بن الحسن الترمذي عنه حديثاً واحداً(٥).

---

(١) الكَوْسَجْ: بفتح الكاف، والسين المهملة، وسكون الواو، والجيم في آخره، الأنساب ١١/١٦٨، نزهة الألباب ٢/١٢٩.

(٢) ترجمته في: الهداية ٨١، الباجي ١/٣٧٩، المعجم ١٥٧.

(٣) ترجمته في: الهداية ٧٧، الباجي ١/٣٨٢، المعجم ١٥٣.

(٤) ترجمته في: الهداية ٢٥، الباجي ١/٣٢٠، المعجم ٧٨.

(٥) في كتاب المغازي، باب كم غزا النبي ﷺ ٩/٢١٩، عن أحمد بن الحسن عنه، وقال في كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم ـ وهو حديث موقوف أورده البخاري ضمن الترجمة ١١/٥٧ وقال لنا: أحمد بن حنبل. وفي كتاب اللباس، باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة أسطر في عقب حديث الأنصاري ١٢/٤٤٨، (وزادني أحمد) ويعلل ابن حجر قلة رواية البخاري عن أحمد بقوله: وكأنه لم يكثر عنه لأنه في رحلته القديمة، لقي كثيراً من مشايخ أحمد فاستغنى بهم، وفي رحلته الأخيرة كان قد قطع أحمد التحديث، فكان لا يحدث إلا نادراً، فمن ثم أكثر البخاري عن علي بن المديني دون أحمد ـ فتح الباري ١١/٥٧.

أسامي
مشايخ الإمام البخاري
رحمه الله تعالى ١٩٤ - ٢٥٦

تأليف
محمد بن إسحاق بن مندة الأصبهاني
رحمه الله ٣١٠ - ٣٩٥

حققه وقدم له
نظر محمد الفاريابي

مکتبہ الکوثر سے مندرجہ بالا کتاب شائع ہوئی اس میں مولف ابن مندہ المتوفی ۳۹۵ ھ کہتے ہیں کہ احمد سے صرف ایک جگہ ہی روایت لی ہے اس پر تعلق میں محقق ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بخاری احمد کو چھوڑ کر امام علی المدینی سے روایت لیتے اور انہوں نے احمد سے تحدیث کرنا منقطع کر دیا تھا

امام بخاری نے خاص اہتمام کیا کہ اپنی کتاب الضعفاء الصغیر میں بھی امام احمد کو شیخ بخاری نہ بننے دیں لہذا ۱۲۴ صفحات کی کتاب میں صرف ایک مقام پر سندا امام احمد سے روایت لی اس میں بھی احمد اور اپنے درمیان ایک راوی رکھا

حَدثنَا مُحَمَّد ثَنَا أَحْمد بن حَنْبَل ثَنَا يحيى قَالَ سَأَلت إِسْمَاعِيل عَن حَدِيث بن أبي عرُوبَة فِي الْإِنْسَان لَا يجنب فَلم يعرفهُ

اس طرح اپنے آپ کو امام احمد کا شاگرد کہلوانے کی تہمت سے پاک رکھا

ہشام بن عبد الملک الباہلی مولاہم ،إبو الولید الطیالسی البصری المتوفی ۲۲۷ھ کا قول امام بخاری نے التاریخ الأوسط میں لکھا

قَالَ أَبُو الْوَلِيد بِالْبَصْرَةِ يَقُول لَو أَن الَّذِي نزل بِأَحْمَد بن حَنْبَل كَانَ فِي بنى إِسْرَائِيل كَانَ أحدوثة

إبو الولید الطیالسی نے بصرہ میں کہا احمد بن حنبل پر (جو مصیبت) آپڑی ہے اگر نبی اسرائیل پر آتی تو تذکرے ہوتے

راقم کہتا ہے یقینا خلق القرآن میں احمد کا قول اس حد تک صحیح تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے- البتہ کتاب العلل میں ہے کہ امام احمد کی بیٹے کو نصیحت تھی کہ إِبُو الوَلِیۡدِ الطَّیَالِسِیّ ہِشَامُ بن عَبۡدِ المَلِکِ مضبوط نہیں ہے وقال عبد الله: قلت له (يعني لأبيه) : كان أبو الوليد ثبتًا؟ قال: لا

صحیح البخاری کو امام احمد نے چیک کیا؟

غالییوں نے جھوٹی کہانیاں اپنے اماموں کے غلو میں گھڑی ہیں کہ صحیح بخاری کو مرتب کرنے کے بعد امام بخاری نے اس کو امام احمد پر پیش کیا- راقم نے اس مفروضے کا تعاقب کیا ہے اور نتائج مندرجہ ذیل ہیں

صحیح بخاری کی روایت ہے

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُهْلِكُ النَّاسَ هَذَا الحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوهُمْ» قَالَ: مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ

مجھ سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قریش کا یہ محلّہ لوگوں کو ہلاک و برباد کردے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: اس وقت کے لیے آپ ہمیں کیا حکم کرتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش لوگ ان سے الگ رہتے؟ محمود بن غیلان نے بیان کیا کہ ہم سے ابوداود طیالسی نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں ابوالتیاح نے، انہوں نے ابوزرعہ سے سنا

مسند احمد میں امام احمد اس کو منکر کہتے ہیں

حدثنا محمَّد بن جعفر، حدثنا شُعبة، عن أبي التَّيَّاح، قال: سمعت أبا زُرعة، يحدث عن أبي هريرة، عن النبي – صلى الله عليه وسلم -، قال: "يُهلكُ أمتي هذا الحيُّ من قريبٌ"، قالوا: في تأمُرُنا يا رسول الله؟، قال: "لو أن الناس اعتزلوهم". [قال عبد الله بن أحمد]: وقال أبي- في مرضه الذي مات فيه: اضرب على هذا الحديث، فإنه خلافُ الأحاديث عن النبي – صلى الله عليه وسلم -، يعني قوله: "اسمعوا وأطيعوا واصبروا".

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو یہ محلّہ جلد ہی ہلاک کرے گا ہم نے پوچھا آپ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں اے رسول اللہ! فرمایا کاش کہ لوگ ان سے الگ رہتے عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے اس حالت مرض میں (اس روایت کے بارے میں) پوچھا جس میں ان کی وفات ہوئی احمد نے کہا اس حدیث کو مارو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف ہے یعنی سمع واطاعت کرو اور صبر کرو

امام احمد کا اضرب علی ہذا الحدیث کہنا روایت کی شدید تضعیف ہے اور یہ الفاظ جرح کے لئے امام احمد اور امام إبو زرعة نے کئی راویوں کے لئے بھی استعمال کیے ہیں دیکھیے کتاب الجرح والتعدیل از ابن ابی حاتم

حدثنا عبد الرحمن قال سئل أبو زرعة عن الحسين بن عبد الله بن ضميرة فقال: ليس بشئ ضعيف الحديث، اضرب على حديثه

ابو زرعة نے ایک ضعیف راوی پر کہا اضرب على حديثه

امام احمد نے کہا أني أضرب على حديث سعيد بن سلام

أبو جعفر المدائني کی احادیث پر امام احمد نے کہا اضرب على حديثه، أحاديثه موضوعة

اس کی حدیث موضوعات ہے

عبد العزيز بن عبد الرحمن المدینی پر امام احمد نے کہا اضرب على احاديثه هي كذب أو قال موضوعة

اس کی حدیث کو مارو یہ کذب ہے

یوسف بن خالد پر امام ابو زرعہ نے کہا

ذاهب الحديث، ضعيف الحديث، اضرب على حديثه

الغرض اضرب علی ہذا الحدیث کہنا روایت کی شدید تضعیف ہے-ظاہر ہے ایک صحیح حدیث کو پھینکنے کا حکم امام احمد کیوں کریں گے

دوسری دلیل ہے کہ امام بخاری نے ایک روایت صحیح میں نقل کی ہے کہ عمار کو باغی قتل کریں گے

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ائْتِيَا أَبَا سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَأَخُوهُ فِي حَائِطٍ لَهُمَا يَسْقِيَانِهِ، فَلَمَّا رَآنَا جَاءَ، فَاحْتَبَى وَجَلَسَ، فَقَالَ: كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ المَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الغُبَارَ، وَقَالَ: «وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ، عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ»

امام احمد بھی اسی طرق کو مسند میں نقل کرتے ہیں

حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ قَالَ: فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ [ص:368] لَهُ، فَلَمَّا رَآنَا أَخَذَ رِدَاءَهُ فَجَاءَنَا فَقَعَدَ، فَأَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا، حَتَّى أَتَى عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ يَحْمِلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، قَالَ: فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَيَقُولُ: «يَا عَمَّارُ أَلَا تَحْمِلُ لَبِنَةً كَمَا يَحْمِلُ أَصْحَابُكَ؟» ، قَالَ: إِنِّي أُرِيدُ الْأَجْرَ مِنَ اللَّهِ، قَالَ: فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَيَقُولُ: «وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ» قَالَ: فَجَعَلَ عَمَّارٌ يَقُولُ أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنَ الْفِتَنِ

لیکن ابو بکر الخلال کتاب السنہ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد اس روایت پر کہتے تھے

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: رُوِيَ فِي: «تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ» ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُونَ حَدِيثًا، لَيْسَ فِيهَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

میں نے محمّد بن عبد اللہ بن ابراہیم سے سنا کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا کو ۲۸ طرقوں سے روایت کیا ایک بھی صحیح نہیں

الخلال کہتے ہیں امام احمد کہتے اس پر بات تک نہ کرو

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَازِمٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ الطَّيَالِسِيُّ، أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ، أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ «عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمَّارٍ: «تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ» . قَالَ: «لَا أَتَكَلَّمُ فِيهِ

الخلال کے مطابق بغداد کے دیگر محدثین کہتے

أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَيَّةَ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ: سَمِعْتُ فِي حَلْقَةِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنَ مَعِينٍ وَأَبَا خَيْثَمَةَ وَالْمُعَيْطِيَّ ذَكَرُوا: «يَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ» فَقَالُوا: مَا فِيهِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے

امام احمد یہ بھی کہتے

قَالَ ابْنُ الْفَرَّاءِ: وَذَكَرَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ فِي الْجُزْءِ الْأَوَّلِ مِنْ مُسْنَدِ عَمَّارٍ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سُئِلَ عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَمَّارٍ: «تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ» . فَقَالَ أَحْمَدُ: كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَتَلَتْهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ. وَقَالَ: فِي هَذَا غَيْرُ حَدِيثٍ [ص:464] صَحِيحٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَرِهَ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا "، فَهَذَا الْكِتَابُ يَرْوِيهِ أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الْعَزِيزِ الْأَزَجِيُّ عَنِ ابْنِ حَمَّةَ الْخَلَّالِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ جَدِّهِ يَعْقُوبَ

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور احمد اس پر کلام کرنے پر کراہت کرتے

کہا جاتا ہے کہ امام احمد اس روایت کو صحیح سمجھتے تھے اس لئے مسند میں نقل کیا جبکہ مسند میں یہی روایت لکھ کر امام احمد اس کو منقطع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس میں گڑبڑ جسن کی والدہ نے کی ہے

علم رجال کے ماہر ابن الجوزی کتاب العلل المتناہیۃ فی الأحادیث الواہیۃ میں لکھتے ہیں

وأما قوله عليه السلام لعمار تقتلك الفيئة الباغية وقد أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيّ من حديث أَبِي قَتَادَة وأم سلمة إلا أن أَبَا بَكْر الخلال ذكر أن أَحْمَد بْن حنبل ويحيى بْن معين وأبا خيثمة والمعيطي ذكروا هَذَا الحديث تقتل عمارًا الفيئة الباغية فقال فِيهِ ما فِيهِ حديث صحيح وأن أَحْمَد قال قد روى فِي عمار تقتله الفيئة الباغية ثمانية وعشرون حديثًا ليس فيها حديث صحيح”.

اور جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اس کی تخریج بخاری نے ابی قتادہ اور ام سلمہ کی حدیث سے کی ہے. بے شک ابو بکر الخلال نے ذکر کیا ہے کہ اَحمد بن حنبل و یحیٰی بن معین واِبا خیثمۃ والمعیطی نے اس باغی گروہ والی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے ایک بھی روایت صحیح نہیں. اور احمد نے ۲۸ روایات سے عمار تقتلہ الفیئۃ الباغیۃ کو روایت کیا جن میں ایک بھی صحیح نہیں ہے

بالفرض مان لیتے ہیں کہ امام احمد کے سامنے صحیح بخاری رکھی گئی تو ظاہر ہے انہوں نے اس میں سے قابل اعتراض مواد نکالنے کا کہا ہو گا امام بخاری نے انکار کیا ہو گا اس پر اختلاف رائے ہوا اور سند تائید نہ مل سکی

راقم کے نزدیک اس قسم کے تمام اقوال فرضی ہیں سب سے بڑھ کر بات یہ ہے خود امام احمد سے کوئی روایت براہ راست نہیں لی گئی بلکہ علی المدینی اور امام احمد کا مکالمہ وغیرہ دکھا کر انکی تنقیص کی گئی ہے

باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر ا(صحیح بخاری جلد اول صفحہ۔ ۵۵۔ ۵۴

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، قَالَ: سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ المِنْبَرُ؟ فَقَالَ: مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي، هُوَ مِنْ أَثْلِ الغَابَةِ عَمِلَهُ فُلاَنٌ مَوْلَى فُلاَنَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عُمِلَ وَوُضِعَ، فَاسْتَقْبَلَ القِبْلَةَ، كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ، فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ، خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ القَهْقَرَى، فَسَجَدَ عَلَى الأَرْضِ، ثُمَّ عَادَ إِلَى المِنْبَرِ، ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ القَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالأَرْضِ»، فَهَذَا شَأْنُهُ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ المَدِينِيِّ: " سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْ هَذَا الحَدِيثِ، قَالَ: فَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ فَلاَ بَأْسَ أَنْ يَكُونَ الإِمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الحَدِيثِ، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ " قَالَ: لاَ

علی بن عبداللہ (المدینی) سفیان سے اور وہ ابو حازم سے روایت کرتے ہیں کہ سہیل بن سعد سے پوچھا گیا کہ منبر (نبوی) کس چیز کا تھا انہوں نے فرمایا اس بات کا جاننے والا لوگوں میں مجھ سے زیادہ (اب) کوئی باقی نہیں۔ وہ مقام (غابہ) کے جھاؤ کا تھا۔ فلاں عورت کے فلاں غلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا۔ جب وہ بنا کر رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے اور قبلہ رو ہو کر تکبیر (تحریمہ) کہی اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے قرات کی اور رکوع فرمایا اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے رکوع کیا پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اس کے بعد پیچھے ہٹے یہاں تک کہ زمین پر سجدہ کیا۔ امام بخاری کہتے ہیں (حالانکہ یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی) علی بن عبداللہ (المدینی) نے کہا کہ احمد بن حنبل نے مجھ سے یہ حدیث پوچھی تو میں نے کہا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ نبی ﷺ لوگوں سے اوپر تھے تو یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اگر امام لوگوں سے اوپر ہو۔ علی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ (میرے اور تمہارے استاد) سفیان بن عیینہ سے تو اکثر یہ حدیث پوچھی جاتی تھی کہ کیا تم نے ان سے اس حدیث کو نہیں سنا احمد بن حنبل نے کہا نہیں۔

امام بخاری نے یہ بات لا کر ثابت کیا ہے کہ احمد بن حنبل ایسے شاگرد تھے کہ ان کے استاد ایک حدیث بار بار ذکر کرتے ہیں لیکن پھر بھی اسے نہ سُن پاتے تھے۔ امام احمد نے جب یہ متن اپنے حوالے سے پڑھا ہو گا تو کیا انہوں نے اس کو پسند کیا ہو گا؟ ظاہر ہے امام احمد پر صحیح بخاری پیش کیا جانا محض افسانہ ہے

بعض غالیوں نے الفاظ پیش کیے ہیں کہ امام علی المدینی نے امام احمد کو رحمہ اللہ کہا

جبکہ غور طلب ہے کہ علی المدینی کی وفات امام احمد سے بھی عرصے پہلے ہوئی اور ایک زندہ شخص پر رحمہ اللہ کا لاحقہ کوئی نہیں لگاتا- دوسری جگہ امام بخاری باب شہرا عید لاینقصان میں امام احمد بن حنبل کا خاص ذکر کیا حالانکہ یہاں بھی ان کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر محض انکی کی علمیت کو دکھایا گیا

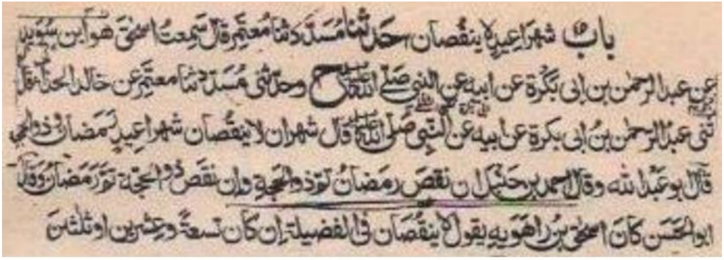
باب شهرا عيد لا ينقصان حدثنا مسدد حدثنا معتمر قال سمعت اسحق هو ابن سويد
عن عبد الرحمن بن ابي بكرة عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم ح وحدثني مسدد حدثنا معتمر عن خالد الحذاء قال اخبرني
عبد الرحمن بن ابي بكرة عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال شهران لا ينقصان شهرا عيد رمضان وذو الحجة
قال ابو عبد الله وقال احمد بن حنبل ان نقص رمضان تم ذو الحجة وان نقص ذو الحجة تم رمضان وقال
ابو الحسن كان اسحق بن راهويه يقول لا ينقصان في الفضيلة ان كان تسعة وعشرين او ثلثين

ترجمہ: عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد ابو بکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو مہینے ایسے ہیں کہ کم نہیں ہوتے یعنی عید کے دونوں مہینے رمضان اور ذی الحجہ۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں یعنی اگر رمضان کم دنوں کا (یعنی ۲۹ کا ہو تو ذی الحجہ پورا (تیس دنوں کا) ہوگا اور اگر ذی الحجہ کم دنوں کا (یعنی ۲۹ دنوں کا) تو رمضان پورا (یعنی ۳۰ دنوں کا) ہوگا۔

یہاں امام بخاری نے یہ ثابت کیا ہے کہ دیکھو امام احمد بن حنبل اس حدیث کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ رمضان اگر ۲۹ کا ہوگا تو ذی الحجہ ضرور تیس ہوگا۔ دونوں مہینے ۲۹ کے نہیں ہوتے حالانکہ بے حساب سال ایسے گزرے ہیں کہ جن میں دونوں مہینے ۲۹ کے ہوئے ہیں اسی لیے امام بخاری آگے (اپنے استاد) اسحاق بن راہویہ کی بات لے آئے کہ ابو الحسن بیان کرتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ اگر یہ مہینے چاہے ۲۹ کے ہوں یا تیس کے ان کی فضیلت میں کمی نہیں آتی۔

یہ متن اب جو صحیح بخاری چھپ رہی ہے اس سے نکال دیا گیا لیکن یہ انڈیا طبع نور کشور لکھنو سے چھپنے والی صحیح بخاری میں ہے اور جامع ترمذی میں ابھی تک ہے

قَالَ أَحْمَدُ: " مَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ: شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ، يَقُولُ: لَا يَنْقُصَانِ مَعًا فِي سَنَةٍ وَاحِدَةٍ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَذُو الحِجَّةِ، إِنْ نَقَصَ أَحَدُهُمَا تَمَّ الآخَرُ "، وقَالَ إِسْحَاقُ: " مَعْنَاهُ لَا يَنْقُصَانِ يَقُولُ: وَإِنْ كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ فَهُوَ تَمَامٌ غَيْرُ نُقْصَانٍ "،" وَعَلَى مَذْهَبِ إِسْحَاقَ يَكُونُ يَنْقُصُ الشَّهْرَانِ مَعًا فِي سَنَةٍ وَاحِدَةٍ

اسی طرح فتح الباری میں ابن حجر نے لکھا ہے

فتح الباري

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري

للإمام الحافظ

أحمد بن علي بن حجر

العسقلاني

٧٧٣ — ٨٥٢

الجزء الرابع

المكتبة السلفية

الحديث ١٩١٢ — ١٢٥

هذا هو السر فى اقتصار البخارى على سياق المتن على لفظ خالد دون إسحق لكونه لم يختلف فى سياقه عليه ، وقد اختلف العلماء فى معنى هذا الحديث : فمنهم من حمله على ظاهره فقال لا يكون رمضان ولا ذو الحجة أبدا إلا ثلاثين ، وهذا قول مردود معاند للموجود المشاهد ، ويكفى فى رده قوله ﷺ « صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فان غم عليكم فأكملوا العدة » فانه لو كان رمضان أبدا ثلاثين لم يحتج الى هذا . ومنهم من تأول له معنى لائقا . وقال أبو الحسن كان إسحق بن راهويه يقول : لا ينقصان فى الفضيلة ان كانا تسعة وعشرين أو ثلاثين انتهى . وقيل لا ينقصان معا ، إن جاء أحدهما تسعا وعشرين جاء الآخر ثلاثين ولا بد . وقيل لا ينقصان فى ثواب العمل فيهما ، وهذان القولان مشهوران عن السلف وقد ثبتا منقولين فى أكثر الروايات فى البخارى ، وسقط ذلك فى رواية أبى ذر وفى رواية النسفى وغيره عقب الترجمة قبل سياق الحديث ، قال إسحق : وان كان ناقصا فهو تمام ، وقال محمد : لا يجتمعان كلاهما ناقص . وإسحق هذا هو ابن راهويه ، ومحمد هو البخارى المصنف . ووقع عند الترمذى نقل القولين عن إسحق ابن راهويه وأحمد بن حنبل ، وكأن البخارى اختار مقالة أحمد لجزم بها أو توارد عليها . قال الترمذى قال أحمد : معناه لا ينقصان معا فى سنة واحدة انتهى . ثم وجدت فى نسخة الصغانى ما نصه عقب الحديث : قال أبو عبد الله قال إسحق تسعة وعشرون يوما تام ، وقال أحمد بن حنبل إن نقص رمضان تم ذو الحجة ، وان نقص ذو الحجة تم رمضان . وقال إسحق : معناه وان كان تسعا وعشرين فهو تمام غير نقصان . قال : وعلى مذهب إسحق يجوز أن ينقصا معا فى سنة واحدة . وروى الحاكم فى تاريخه باسناد صحيح أن إسحق بن ابراهيم سئل عن ذلك فقال : انكم ترون العدد ثلاثين فاذا كان تسعا وعشرين ترونه نقصانا وليس ذلك بنقصان . ووافق أحمد على اختياره أبو بكر أحمد بن عمرو البزار فأوهم مغلطاى أنه مراد الترمذى بقوله « وقال أحمد » وليس كذلك ، وإنما ذكره قاسم فى « الدلائل » عن البزار فقال : سمعت البزار يقول معناه لا ينقصان جميعا فى سنة واحدة . قال : ويدل عليه رواية زيد بن عقبة عن سمرة بن جندب مرفوعا « شهرا عيد لا يكونان ثمانية وخمسين يوما » . وادعى مغلطاى أيضا أن المراد باسحق إسحق بن سويد العدوى راوى

ثُمَّ وَجَدْتُ فِي نُسْخَةِ الصَّغَانِيِّ مَا نَصُّهُ عَقِبَ الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِسْحَاقُ تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا تَامٌّ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ إِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحِجَّةِ وَإِنَّ نَقَصَ ذُو الْحِجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ وَقَالَ إِسْحَاقُ مَعْنَاهُ وَإِنْ كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ فَهُوَ تَمَامٌ غَيْرَ نُقْصَانٍ قَالَ وَعَلَى مَذْهَبِ إِسْحَاقَ يَجُوزُ أَنْ يَنْقُصَا مَعًا فِي سَنَةٍ وَاحِدَةٍ

پھر میں نے الصّغَانِیّ کے نسخے میں اس حدیث کے بعد یہ پایا کہ امام بخاری نے کہا کہ اسحاق نے کہا ۲۹ ہوں تو (بھی) پورا (ماہ) ہے اور احمد بن حنبل نے کہا اگر رمضان کم ہو تو ذوالحجہ مکمل ہو گا اور اگر ذو الحجہ کم ہو تو رمضان مکمل ہو گا

یعنی الصّغَانِیّ کے مطابق امام بخاری نے یہ بھی صحیح میں لکھا تھا لیکن جب لوگوں نے اس کو پڑھا تو اس کو امام احمد کی وجہ سے حذف کر دیا

ابن حجر سے بھی پہلے کتاب الکوثر الجاری إلی ریاض إحادیث البخاری میں إحمد بن إسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الشافعی ثم الحنفی المتوفی 893ھ اسی متن کا صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں

وقال أحمد: إن نقص رمضان تم ذو الحجة، وإن نقص ذو الحجة تم رمضان (وقال أبو الحسن: الظاهر أنه محمد بن مقاتل شيخ البخاري) .(كان إسحاق بن راهويه يقول: لا ينقصان في الفضيلة)

القسطلانی ۹۲۳ھ کتاب إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری میں اس کا ذکر کرتے ہیں کہ امام بخاری نے امام احمد کا ے قول نقل کیا

(قال أبو عبد الله) البخاري (إسحاق): هو ابن راهويه أو ابن سويد بن هبيرة العدوي (وإن كان) كل واحد من شهري العيد (ناقصًا) في العدد والحساب (فهو تام). في الأجر والثواب. (وقال محمد) هو ابن سيرين أو المؤلّف نفسه (لا يجتمعان كلاهما ناقص) كلاهما مبتدأ وناقص خبره والجملة حال من ضمير الاثنين. قال أحمد بن حنبل: إن نقص رمضان تم ذو الحجة وإن نقص ذو الحجة تم رمضان

اس بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح بخاری امام احمد پر پیش کی گئی محض افسانہ ہے

امام بخاری نے جامع الصحیح کو امام احمد پر پیش کیا تھا اس کا ذکر کیا ہے ابن حجر نے فتح الباری / ھدی الساری میں لیکن کوئی سند نہیں دی – البتہ راقم کو اس کی سند ملی ہے-کتاب فهرسة از أبو بكر محمد بن خير بن عمر بن خليفة اللمتوني الأموي الإشبيلي (المتوفى: 575ھ-) میں قول ہے

قَالَ مسلمة بن قَاسم سَمِعت من يَقُول عَن أبي جَعْفَر الْعقيلِيّ قَالَ لما ألف البُخَارِيّ كِتَابه فِي صَحِيح الحَدِيث عرضه على عَليّ بن الْمَدِينِيّ وَيحيى بن معِين وَأحمد بن حَنْبَل وَغيرهم فامتحنوه فَكَلَّمَهُمْ قَالَ لَهُ كتابك صَحِيح إِلَّا أَرْبَعَة أَحَادِيث

مسلمہ بن قاسم (المتوفی ۳۲۵ھ) نے کہا میں نے اس سے سنا جس نے امام عقیلی سے روایت کیا کہ عقیلی نے کہا جب بخاری نے کتاب جو صحیح حدیث پر تھی اس کو تالیف کیا تو اس کو امام علی المديني اور امام ابن معین اور امام احمد پر اور دیگر پر پیش کیا انہوں نے اس کو چیک کیا اور سب نے کہا کتاب صحیح ہے سوائے چار احادیث کے

امام عقیلی المتوفی ۳۲۲ھ سے لے کر امام بخاری تک سند نہیں ہے اور نہ امام عقیلی کا امام بخاری سے سماع کا کسی محقق نے ذکر کیا ہے۔ عقیلی کے شیوخ میں وہ ہیں جو امام بخاری سے کم عمر لوگ تھے مثلا عبد اللہ بن احمد بن حنبل وغیرہ۔ دوم مسلمہ نے جس سے سنا اس کا نام نہیں لیا

امام بخاری نے احمد کو رحمہ اللہ لکھا؟

بعض لوگوں کے نزدیک محدثین ایک انجمن ستائش باہمی تھی جس میں ہر وقت ایک دوسرے کے قصیدے پڑھے جاتے تھے –ان حوالوں کو نقل کرنے والے متاخرین یہ بھی نہیں دیکھتے کہ کس کی بات ہو رہی ہے مثلا ابن کثیر کتاب البدایۃ والنہایۃ میں ایک بے سند قول پیش کرتے ہیں

وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ عُلَمَاءُ زَمَانِهِ مِنْ شُيُوخِهِ وَأَقْرَانِهِ. فَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: مَا أَخْرَجَتْ خُرَاسَانُ مِثْلَهُ.

امام احمد نے امام بخاری کے لئے کہا خراسان سے ان کی مثل کوئی نہیں نکلا

یہ ابن کثیر کی غلطی ہے الذھبی تذکرہ الحفاظ میں اس قول کو یحییٰ بن یحییٰ الإمام الحافظ شیخ خراسان کے لئے بتاتے ہیں

وقال عبد الله بن أحمد: سمعت أبي يثني على يحيى بن يحيى ويقول: ما أخرجت خراسان مثله

عبد اللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے باپ کو سنا وہ یحییٰ بن یحییٰ کی تعریف کرتے تھے اور کہتے کہ خراسان سے ان کی مثل کوئی نہ نکلا

یعنی خراسان سے یحییٰ بن یحییٰ الإمام الحافظ شیخ خراسان کی مثل کوئی نہیں نکلا تو پھر یہ امام بخاری کے لئے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ یہ خوبی ایک ہی شخص میں ممکن ہے

امام احمد کے اقوال اور جرح و تعدیل میں ان کی رائے کا اپنا مقام ہے لیکن یہ کہنا کہ امام بخاری یا امام احمد میں اختلاف رائے نہ تھا تاریخ کو مسخ کرنا ہے

صحیح بخاری کی حدیث ہے

Sahih Bukhari Hadees # 377

جس کے بعد امام بخاری نے ایک تبصرہ نقل کیا ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ ، قَالَ : سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ ؟ فَقَالَ : مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي ، هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ ، عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلَى فُلَانَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عُمِلَ وَوُضِعَ ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ ، فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ، ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ ، ثُمَّ رَكَعَ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالْأَرْضِ ، فَهَذَا شَأْنُهُ ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ : سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ ، قَالَ : فَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عْلَى مِنَ النَّسِ ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَكُونَ الْإِمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ ، قَالَ : فَقُلْتُ : إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ ، قَالَ : لَا .

راقم کہتا ہے اس مقام پر رحمہ اللہ کے الفاظ متن میں تحریف ہیں کیونکہ زندہ کو کوئی مرحوم نہیں کہتا

امام بخاری نے علی المدینی کا قول نقل کیا اور علی المدینی نے زندہ احمد کو رحمہ اللہ کہا

اب سوال ہے
اول امام احمد کا اس وقت انتقال ہو چکا تھا یا حیات تھے ؟ زندہ پر کوئی اس طرح رحمت کی دعا نہیں کرتا اکثر مردوں پر کی جاتی ہے۔ علی المدینی کا تو احمد سے بھی پہلے انتقال ہو گیا تھا

دوسرا سوال ہے کہ بعض الناس کے بقول امام بخاری نے صحیح مرتب کرنے کے بعد اس کو امام احمد پر پیش کیا- کیا اس میں یہ الفاظ اس وقت لکھے ہوئے تھے؟ زندہ شخص کو اگر آج بھی کوئی مرحوم کہہ دے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے جبکہ مرحوم کا مطلب ہے اس پر رحم ہو، جو دعا ہے

یہ الفاظ ہر متن میں نہیں بلکہ اس اقتباس کا حوالہ ابن اثیر المتوفی ٦٠٦ نے جامع الأصول في إحاديث الرسول مین بھی دیا ہے اور رحمہ اللہ علیہ نہیں لکھا

قال البخاري: قال علي بن عبد الله (2) : سألني أحمد بن حنبل عن هذا الحديث؟ وقال: إنما أردتُ أن النبيَّ – صلى الله عليه وسلم- كان أعلى من الناس، فلا بأس أن يكون الإمام أعلى من الناس بهذا الحديث، قال: فقلت له: إن سفيانَ بن عيينة كان يُسألُ عن هذا كثيراً فلم تسمعه منه؟ قال: لا

حمیدی ۴۸۸ھ نے الجمع بين الصحيحين البخاری و مسلم میں اس اقتباس کا ذکر کیا ہے

قَالَ أَبُو عبد الله البُخَارِيّ: قَالَ عَليّ بن عبد الله: سَأَلَنِي أَحْمد بن حَنْبَل عَن هَذَا الحَدِيث، وَقَالَ: إِنَّمَا أردْت أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ أَعلَى من النَّاس، فَلَا بَأْس أَن يكون الإِمَام أَعلَى من النَّاس بِهَذَا الحَدِيث. قَالَ: فَقلت لَهُ: إِن سُفْيَان بن عُيَيْنَة كَانَ يسأَل عَن هَذَا كثيرا، فَلم تسمعه مِنْهُ؟ قَالَ: لَا

یعنی حمیدی ۴۸۸ھ اور ابن اثیر المتوفی ٦٠٦ کے دور تک یعنی ساتویں صدی ہجری تک صحیح بخاری کے متن میں یہاں احمد کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ نہیں لکھا تھا اس کو بعد میں ڈالا گیا ہے

دامانوی صاحب نے دین الخالص قسط دوم میں لکھا تھا کہ امام بخاری، امام احمد کو رحمہ اللہ علیہ لکھتے تھے اور پھر کتاب تاریخ الصغیر کا ایک نسخہ بھی دکھایا

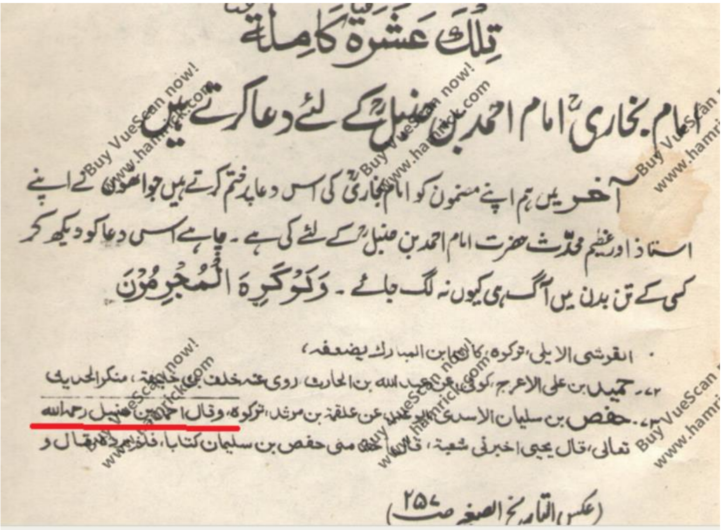
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

امام بخاریؒ امام احمد بن حنبلؒ کے لئے دعا کرتے ہیں

آخر میں ہم اپنے مضمون کو امام بخاریؒ کی اس دعا پر ختم کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے استاذ اور عظیم محدث حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے لئے کی ہے۔ چاہے اس دعا کو دیکھ کر کسی کے تن بدن میں آگ ہی کیوں نہ لگ جائے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ

القرشی الایلی، ترکوہ، کان ابن المبارک یضعفہ،

۷۲۔ حمید بن علی الاعرج، کوفی، عن عبد اللہ بن الحارث، روی عنہ خلف بن خلیفۃ، منکر الحدیث

۷۳۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر عن علقمۃ بن مرثد، ترکوہ، وقال احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی، قال یحیی اخبرنی شعبۃ، قال اخذ منی حفص بن سلیمان کتابا، فلم یردہ، قال و

(عکس التاریخ الصغیر ص ۲۵۷)

Buy VueScan now! www.hamrick.com

دامانوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ تاریخ الصغیر کا ہے جبکہ یہ الفاظ بخاری کی کتاب الضعفاء میں ہیں نہ کہ تاریخ الصغیر ہیں

امام احمد کو کتاب میں حفص بن سلیمان الأسدی کے ترجمہ میں رحمہ اللہ لکھا گیا ہے

الضعفاء الصغیر

المؤلف: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله (المتوفى: 256هـ)

المحقق: محمود إبراهيم زايد

الناشر: دار الوعي – حلب

الطبعة: الأولى، 1396ه.

حَفص بن سُلَيْمَان الْأَسدي أَبُو عمر عَن عَلْقَمَة بن مرقد تَرَكُوهُ وَقَالَ أَحْمد بن حَنْبَل رَحمَه الله تَعَالَى قَالَ يحيى……

افسوس کتاب الضعفاء جو حال ہی میں ۲۰۰۵ میں إبو عبد اللہ إحمد بن إبراہیم بن إبي العینین کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ ابن عباس سے چھپی ہے اس میں سے یہ الفاظ حذف کر دے گئے

حفص بن سليمان الأسدي: أبو عمر، عن علقمة بن مرثد، تركوه، قال أحمد بن حنبل وعلي: قال يحيى: أخبرني شعبة، قال: أخذ مني حفص بن سليمان كتابا، فلم يرده، قال: وكان يأخذ كتب الناس، فينسخها

اصل میں الفاظ تھے قال أحمد بن حنبل وعلي: لیکن کسی کاتب کی غلطی سے بر صغیر کے نسخہ میں ہو گیا وَقَالَ أَحْمد بن حَنْبَل رَحمَه الله تَعَالَى اور امام علی المدینی کا نام غائب ہو گیا جس کو بعد میں نسخوں کا تقابل کر کے چیک کرنے کے بعد دار الوعی والوں نے چھاپا

–

کتاب الضعفاء

المؤلف: محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن المغیرۃ البخاری، إبو عبد اللہ (المتوفی: 256ه)

المحقق: إبو عبد اللہ إحمد بن إبراہیم بن إبي العینین

الناشر: مکتبۃ ابن عباس

الطبعة: الأولى 1426ه/2005م

عدد الأجزاء : 1

حفص بن سليمان الأسدي: أبو عمر، عن علقمة بن مرثد، تركوه، قال أحمد بن حنبل وعلي: قال يحيى

http://al-maktaba.org/book/8632/41#p2

امام علی المدینی کے احمد پر اقوال

بعض نے کتاب مشیخة ابن البخاری ص ۱۱۰ سے ایک روایت پیش کی کہ امام بخاری کے استاد امام علی ابن المدینی بھی احمد بن حنبل کو رحمہ اللہ کہہ کر دعا دیتے تھے۔ اس کی سند ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْمَرٍ الْمُؤَدِّبُ، قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَضِيَاءُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْخَرِيفِ إِجَازَةً مِنْ بَغْدَادَ، قَالَا: أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْبَاقِي بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَنَحْنُ نَسْمَعُ، أَنَا أَبُو الْغَنَائِمِ بْنُ الدَّجَاجِيِّ، أَنَا أَبُو نَصْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ شَاهْ الْمَرْوَرُوذِيُّ قَدِمَ عَلَيْنَا لِلْحَجِّ فِي ربيع الأول سنة ثَمَانٍ وَثَلَاثِينَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ مَعْدَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ شُعَيْبَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا شُعَيْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيَّ يَقُولُ: قَالَ لِي سَيِّدِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ " لَا تُحَدِّثْ إِلَّا مِنْ كِتَابٍ

عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيَّ نے کہا مجھ سے میرے سردار احمد بن حنبل اللہ رحم کرے نے کہا صرف کتاب سے روایت کرو

اس قول کے متعدد راویوں کی توثیق ممکن نہیں ہے

سند میں نہ صرف ابو شعیب مجہول ہے بلکہ سند میں بیشتر افراد کی توثیق بھی نہیں ملی

حلیہ الاولیاء از ابو نعیم میں ہے

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ، يَقُولُ: «أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ سَيِّدُنَا»

امام علی نے احمد بن حنبل ہمارے سردار ہیں

اس قول کا تعلق علم حدیث کی صنف سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام بخاری نے علی المدینی کی اسناد سے روایات لی ہیں اور احمد سے نہیں لیں معدودے چندکے۔ راقم کہتا ہے اس قسم کے اقوال پیش کر کے یہ لوگ کہنا چاہتے ہیں کہ سردار کو چھوڑ کر ماتحتوں سے روایت نقل کرنا امام بخاری کی سنت تھی

مناقب امام احمد

اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں نے امام احمد کی منقبت بیان کی ہے کہ کس طرح وہ عباسی خلفاء کے غلط عقائد پر ڈٹ گئے لیکن ان کی تکفیر نہیں کرتے تھے- حنبل بن اسحاق نے خبر دی کہ امام احمد ان کو امیر المومنین کہہ کر خطاب کرتے تھے- اس طرح امام احمد نے اپنے معتقدین کو درس دیا کہ کفریہ عقائد رکھنے والے خلفاء کی تکفیر نہیں کی جائے گی-

دوسری طرف محدثین کی ایک جماعت نے کفریہ معتزلی عقائد رکھنے پر عوام کی تکفیر کو حزر جان بنایا ہوا تھا اور وہ ہر وقت معتزلی عوام کی تکفیر کرتی تھی- طرفہ تماشہ ہے کہ تکفیر کرنے میں خود امام احمد کے بیٹے شامل تھے- راقم کو سمجھ نہیں آیا کہ یہ تضاد ان لوگوں میں کیوں تھا؟

امام احمد کے دیے گئے اس اصول پر مصاحب دربار اہل حدیث آج تک عمل پیرا ہیں البتہ بعض مصری و عراقی و شامی سلفی اس موقف پر اِب مصاحبین دربار سلفیوں سے الگ ہو چکے ہیں-

امام احمد کے سحر میں گرفتار بعض غالی محققین جب امام احمد کا تذکرہ سنتے ہیں تو ضعیف و منکر روایات کو بھی مناقب سمجھتے ہیں- اس کی مثال غیر مقلد عالم زبیر کی زئی کی تحاریر ہیں جن میں اس طرح کی شدید خامیاں ہیں – حضرت ایک روایت پیش کرتے تھے

۹۵۔ شیخ الاسلام ابوبکر احمد بن محمد بن الحجاج المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) جب جہاد کے لئے چلے تو ان کے ساتھ پچاس ہزار آدمیوں نے بھی جہاد کے لئے مصاحبت اختیار کی۔ المروزی نے روتے ہوئے فرمایا: ”لیس هذا العلم لي وإنما هذا علم أحمد بن حنبل “یہ میرا علم نہیں ہے بلکہ یہ احمد بن حنبل کا علم ہے (جو میں نے ان سے سیکھا ہے۔) [مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۵۰۶، ۵۰۷ وسندہ صحیح]

کتاب مناقب از ابن جوزی میں اس کی سند ہے

أنبأنا هبة الله بن أحمد الحريرى, قال: أنبأنا إبراهيم بن عمر البَرْمَكى, عن عبد العزيز بن جعفر, قال: سمعتُ أبا بكر الخلال, يقول: خرجَ أبو بكر المروذى إلى الغَزو, فشيعه الناس إلى سامرًا, فجعل يَردُّهم فلا يرجعون, قال: فحُزِروا فإذا هم بسامَرًا - سوى من رجع - نحو من خَمسين ألف إنسان.

فقيل له: يا أبا بكر, احمِد الله فهذا علم قد نشر لك. قال: فَبكى, ثم قال: ليس هذا العلم لى, وإنما هذا علم أحمد بن حنبل.

راقم کہتا ہے اس کی سند منقطع ہے مروزی کا انتقال تو امام ابو داود کی زندگی میں ہوا اور ابو بکر الخلال تک اس کی سند نہیں ہے

مناقب امام احمد میں ابن جوزی نے امام ابو داود کے خواب کا ذکر کیا

أخبرنا محمد بن أبي منصور، قال: اخبرنا عبد القادر بن محمد؛ قال: أنبأنا إبراهيم بن عمر، قال: أنبأنا عبد العزيز بن جعفر، قال: أخبرنا أبو بكر أحمد بن محمد الخلال، قال: حدثنا أبو داود السجستاني، قال: رأيت في المنام سنة ثمان وعشرين ومئتين كأني في المسجد الجامع، فأقبل رجل شبه الخصي من ناحية المقصورة وهو يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقتدوا باللذين من بعدي أحمد بن حنبل وفلان- قال أبو داود: لا أحفظ اسمه- .فجعلت أقول في نفسي، هذا حديث غريب، ففسرته على رجل، فقال: الخصي ملك

ابو داود نے کہا میں نے خواب میں دیکھا سن ۲۲۸ ھ میں کہ میں مسجد الجامع میں ہوں تو ایک شخص ہیجڑے جیسا آیا مقصورہ کی طرف سے اور وہ کہہ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان کی اقتداء کرنا میرے بعد – احمد بن حنبل کی اور فلاں کی – ابو داود نے کہا اس کا نام یاد نہیں رہا تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ حدیث غریب ہے پس ایک شخص نے اس کی تفسیر کی کہ یہ فرشتہ ہیجڑا تھا

زبیر علی زئی شمارہ الحدیث نمبر ۲۶ میں اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں اور ایک انوکھا تبصرہ کرتے ہیں

الحدیث: 26 — 13

امام احمد بن حنبل کا مقام محدثینِ کرام کی نظر میں (۲)

حافظ زبیر علی زئی

۷۔ امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ نے ۲۲۸ھ میں امام احمد کے بارے میں ایک بشارت والا خواب دیکھا تھا۔ (دیکھئے مناقب احمد ص ۴۶۹ وسندہ صحیح)

اس خواب اور دوسرے خوابوں کے یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کا کوئی خاص فائدہ ہے۔ دین کا دارومدار خوابوں پر نہیں بلکہ دلائل پر ہے۔ والحمدللہ

راقم کہتا ہے بھلا فرشتوں میں بھی خصی ہوتے ہیں؟ یہ خواب تو شیطان کی طرف سے تھا

راقم کہتا ہے اس قسم کی بے سروپا روایات کا ایک انبار ہے جس میں خوابوں پر مناقب کی عمارت تعمیر کی گئی ہے–

سفیان بن وکیع بن الجراح (متوفی ۲۴۷ھ) نے کہا: ''أحمد عندنا محنة ، من عاب أحمد فهو عندنا فاسق''
ہمارے نزدیک احمد آزمائش ہیں، جس نے احمد کو بُرا کہا تو وہ شخص ہمارے نزدیک فاسق ہے۔
(تاریخ بغداد ۴/ ۴۲۰ وسندہ صحیح)

یہ قول سفیان بن وکیع سے تو باسند صحیح ثابت ہے لیکن سفیان بن وکیع بذاتِ خود اپنے وراق کی وجہ سے ضعیف ہے۔
دیکھئے التاریخ الصغیر للامام البخاری (۲/ ۳۵۵) وتقریب التہذیب (۲۴۵۶) وغیرہما

راقم کہتا ہے سفیان تو کذاب ہے۔

سفیان بن وکیع پر امام ابوزرعۃ کا قول ہے: یتہم بالکذب اس پر کذب کا اتہام ہے دیکھئے میزان الاعتدال از الذھبی

اس میں شک نہیں کہ امام احمد حدیث کی علت و معرفت کا علم رکھتے تھے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ ضعیف احادیث پر عمل پیرا تھے جن میں تعویذ کرنا، فرشتوں کو غیبی مدد پر پکارنا وغیرہ شامل ہے جس کے خود فرقے قائل ہیں کہ یہ افعال امام احمد کے ہی ہیں

راقم البتہ کہتا ہے کہ عقائد میں قرآن اصل ہے اور اگر حدیث اس کی مخالف ہو تو اس کی مخفی علت کی تحقیق ضروری ہے۔اگر حدیث کی علت کی خبر تم کو اپنی زندگی میں نہیں ملتی تو حدیث کی تاویل کرو، اس کی قرآن سے تطبیق کرو۔ اگر حدیث ثقہ کی بھی ہو تو قبول نہیں کی جاتی یہ اصول امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ علیہ ، امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ علیہ ، امام مالک رحمہ اللہ علیہ ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل عقائد میں زوال کر گئے کیونکہ انہوں نے ضعیف روایت کو قبول کیا، اس پر عمل کیا، اس کی عملی شکل کا ذکر بیٹوں اور اقرباء سے کیا، شاگردوں کو خطوط میں ذکر کیا۔

مومن شخصیات کا پجاری نہیں ہوتا۔ وہ عالم کی غلطی دیکھ کر اس کے قول کو رد کرتا ہے۔اس پر عقیدہ نہیں لیتا۔ چاہے وہ عالم متقدمین میں سے ہو یا متاخرین میں سے یا عصر حاضر میں سے ہو۔

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّـٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّـٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (64)

کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔